انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ
شمارہ نمبر 40
مئی 2022ء بمطابق شوال المکرم 1443ھ

ماہنامہ

آئینۂ انجمن

اسلامی، اصلاحی، علمی جریدہ

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

اہم موضوعات

- فرمانِ الٰہی و فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
- اداریہ
- ملفوظاتِ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
- اقتباس نگرانِ انجمن جناب شجاع الدین شیخ صاحب حفظہ اللہ
- رمضان کے بعد
- تاجِ رسالت کے انمول نگینے
- علم کی فضیلت،اہمیت و ضرورت
- اسلام اور سیکولرازم
- اے غافل انسان
- انجمن خُدّام القرآن سندھ کے تحت جاری تدریسی سرگرمیاں
- شعبۂ سمع و بصر

مرکزی دفتر انجمن خُدّام القرآن B-375 علامہ شبیر احمد عثمانی روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال کراچی
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

فرمانِ الٰہی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (سورۃ التوبہ: 24)

ترجمہ:

(اے نبی ﷺ ! ان سے) کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے تمہارے بھائی تمہاری بیویاں (اور بیویوں کے لیے شوہر) تمہارے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے بہت محنت سے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندے کا تمہیں خطرہ رہتا ہے اور وہ مکانات جو تمہیں بہت پسند ہیں (اگر یہ سب چیزیں) تمہیں محبوب تر ہیں اللہ اس کے رسول اور اس کے رستے میں جہاد سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سنا دے اور اللہ ایسے فاسقوں کو راہ یاب نہیں کرتا۔

تشریح:

یہاں آٹھ چیزیں گنوا دی گئی ہیں کہ اگر ان آٹھ چیزوں کی محبتوں میں سے کسی ایک یا سب محبتوں کا جذبہ اللہ اُس کے رسول اور اُس کے راستے میں جہاد کی محبتوں کے مقابلے میں زیادہ ہے تو پھر اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ یہ بہت سخت اور رونگٹے کھڑے کر دینے والا انداز اور لہجہ ہے۔ ہم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے باطن میں ایک ترازو نصب کرے۔ اس کے ایک پلڑے میں یہ آٹھ محبتیں ڈالے اور دوسرے میں اللہ اس کے رسول اور جہاد کی تین محبتیں ڈالے اور پھر اپنا جائزہ لے کہ میں کہاں کھڑا ہوں۔ چونکہ انسان خود اپنے نفس سے خوب واقف ہے اس لیے اسے اپنے باطن کی صحیح صورت حال معلوم ہو جائے گی بہر حال اس سلسلے میں ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر تو اس کی ساری خواہشیں؛ محبتیں؛ اور حقوق (بیوی، اولاد، نفس وغیرہ کے حقوق) ان تین محبتوں کے تابع ہیں تو اس کے معاملات ایمان درست ہیں لیکن اگر مذکورہ آٹھ چیزوں میں سے کسی ایک بھی چیز کی محبت کا گراف اوپر چلا گیا تو بس سمجھیں کہ وہاں توحید ختم اور شرک شروع۔

بیان القرآن: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیمَ إِنَّكَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیمَ إِنَّكَ حَمِیدٌ مَجِیدٌ

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یُؤمنُ أحدُکم حتی یکونَ ھَوَاہُ تبعًا لما جِئتُ بِہِ

(شرح السنۃ)

ترجمہ:

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی دلی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت اور دین کے تابع نہ ہوں۔"

تشریح:

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں بیشتر مقامات پر بڑی وضاحت کے ساتھ مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ کی اطاعت ؛اتباع اور فرماں برداری ہی میں اللہ تعالٰی کی محبت اور اس کی اطاعت وفرماں برداری ہے اور ہدایت کو بھی آپ کی اطاعت سے ملزوم کیا گیا ہے۔ پیش نظر حدیث میں بھی تکمیل ایمان کی یہی بنیادی شرط بیان کی گئی ہے۔ ایک بندہ مومن کے صرف اعمال ہی نہیں بلکہ دل کی خواہش، آرزو اور تمنا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات، ہدایات اور احکام کے تابع ہونی چاہیے اور وہ کسی صورت بھی ان سے سر موانحراف نہ کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ اور حکم کو بلاچون وچرا دل کی خوشی سے تسلیم کرلے۔ سورۃ آلِ عمران آیت 31 کا مفہوم ہے "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمادیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا" اس آیت سے معلوم ہوا کہ اطاعت رسول حب الٰہی کا ذریعہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دین پیش کیا وہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کے بارے میں اسلام نے ہدایات نہ دی ہوں۔ مومن کامل وہی ہے جو کوئی کام سرانجام دینے سے پہلے یہ سوچے کہ شریعت نے اس کے بارے میں کیا حکم دیا ہے اور حکم مل جانے کے بعد بلاچون وچرا اسے انجام دے جب تک کوئی شخص اپنے عزائم واعمال اور اپنے جذبات و خواہشات کو ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع نہیں کرتا اس کا اسلام وایمان ناقص ونامکمل رہتا ہے۔

شرح اربعین نووی (پروفیسر سعید مجتبی)

ایک محبوب مہمان چلا

ڈاکٹر محمد الیاس

ایک محبوب مہمان جس کا سارا سال انتظار کیا گیا ہو وہ آ کر چلا جائے اور پیچھے بہت سی یادیں بہت سی باتیں چھوڑ جائے۔ایسا محسوس ہو کہ ابھی تو مہمان آیا تھا اور دیکھتے دیکھتے ایسے چلا گیا کہ بہت سی حسرتیں رہ گئیں۔وہ دن بھر کا بھوکا پیاسا روزے سے رہنا، وہ کھجور اور پانی سے افطاری کرنا، وہ راتوں کو قرآن سننا، وہ تہجد پڑھنا اور سحری کرنا، وہ مساجد کا آباد کرنا وہ دعاؤں واذکار کی پابندی کرنا، وہ اپنے گناہوں پر رونا، وہ نیکیوں کا موسم بہار چلا گیا۔ مطالعہ، عبادات، ذکر واذکار، دعائیں، سارے سال سے بڑھ کر دعوتِ دین و اقامتِ دین کی کوششیں کرنا، کیا کچھ سوچا تھا، کیا کچھ پلان کیا تھا، اس پر کماحقہ عمل نہ ہو سکا۔بس ایک افسوس اور رنج کا احساس ہے کہ وہ بخشش کا مہینہ چلا گیا۔شیطان اگرچہ قید تھا لیکن نفس کی سستی اور کسل مندی شوق وذوق پر غالب رہی اور ہماری جو محنت اور کوشش ہونی چاہیے تھی اس میں کمی رہی۔رمضان ہمارا محبوب، اللہ کی رحمتوں کا مہینہ، لیلۃ القدر کا مہینہ، جہنم سے آزادی کا مہینا چلا گیا۔ایک مقدس اور محبوب مہمان چلا گیا۔

رمضان ایک محبوب مہمان تو چلا گیا لیکن ایک تحفہ چھوڑ گیا، وہ تحفہ جو زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے عظیم ترین تحفہ ہے، وہ تحفہ جو منبع و سرچشمہ ایمان و ہدایت ہے، وہ اللہ کا آخری اور مکمل کلام جس میں ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے، وہ تحفہ قرآن حکیم و فرقان حمید ہے۔آؤ ساتھیوں عہد کریں کہ ہم اس قرآن کو روزانہ پڑھیں گے، اسے سمجھیں گے، اس پر عمل کریں گے، اسے چہار دانگ عالم میں پھیلائیں گے۔آؤ ساتھیوں ہم رمضان میں کیے گئے نیک اعمال کو باقی سال بھی جاری رکھیں نمازوں کی پابندی کریں، نفلی روزے رکھیں، صدقات و خیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، اپنے گناہوں پر اللہ سے معافی مانگتے رہیں، اللہ سے دعا کا رشتہ قائم رکھیں۔آؤ ساتھیوں رمضان میں جو تقویٰ پیدا ہوا ہے اس کی حفاظت کریں، گناہوں سے دور رہیں، اپنے اوقات کی حفاظت کریں۔آؤ ساتھیوں دعوتِ دین اور اقامتِ دین کی جدوجہد میں پہلے سے بڑھ کر اپنا حصہ ڈالیں۔آؤ ساتھیوں دعا کریں کہ اللہ ہمیں آئندہ بھی رمضان کا بابرکت مہینہ عطا فرمائے۔آؤ ساتھیوں دعا کریں کہ اگر یہ ہماری زندگی کا آخری رمضان تھا تو یہ ہمارے لیے جہنم سے آزادی حاصل کرنے والا رمضان ہو۔آمین یارب العالمین

بَن کے آیا تھا جو سب خوشیوں کا سامان ، چلا
اس لئے غم سے ہے نم آنکھ کہ رمضان چلا

رب نے نازل کیا قرآن مقدس جس میں
سب مہینوں کا بَنا یا جسے سلطان چلا

جس کی آمد سے لگا جان میں جاں آئی تھی
اپنے عشاق کو کر کے وہی بے جان چلا

ہائے رمضان ترے جانے سے دل ٹوٹتا ہے
کتنی جلدی تو مرے دل کے اے ارمان چلا

تیری خوشبو سے معطر تھی سبھی کی دھڑکن
کرکے اب دل کے گلستاں کو تو ویران چلا

تیری آمد سے جو بکھری تھی لبوں پر سب کے
ساتھ ہی اپنے لیے وہ سبھی مسکان چلا

جس کی سحری کا مزہ اور تھا افطار کا اور
مومنیں جس پہ ہیں سو جان سے قربان چلا

زندگی باقی رہی گر تو ملے گا یہ ضرور
ورنہ توصیف سمجھ آخری رمضان چلا

حمد باری تعالیٰ

مالکِ جن وانساں بھلا کون ہے
میرے خالق وہ تیرے سوا کون ہے

ساری دنیا کا حاجت روا کون ہے
یا خدا تو ہے تجھ سے بڑا کون ہے

یہ کلی پھول یا رب یہ برگ و ثمر
اک سوا تیرے سب کا خدا کون ہے

تیرگی سے بچاتا ہے تو ہی ہمیں
تیرے جیسا بھلا رہنما کون ہے

تو ہی خالق ہے مالک ہے رحمٰن بھی
تجھ سا رہنما رحمٰن ربّ العلا کون ہے

توبہ کرتا ہے یا ربّ یوں ہر دم فراز
اس کے جیسا یہاں پُر خطا کون ہے

سرفراز حسین فراز

نعت رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حالِ دل کس کو سنائیں آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے
کیوں کسی کے در پہ جائیں آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے

اپنا جینا اپنا مرنا اب اسی چوکھٹ پہ ہے
ہم کہاں سرکار جائیں آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے

کہہ رہا ہے آپ کا ربّ انت فیھم آپ ﷺ سے
کیوں انھیں میں دوں سزائیں آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے

میں غلامِ مصطفیٰ ہوں یہ میری پہچان ہے
غم مجھے کیوں کر ستائیں آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے

کون ہے الطاف اپنا حالِ دل کس سے کہیں
زخمِ دل کس کو دکھائیں آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے

الطاف کاظمی

ملفوظات صدر مؤسس انجمن خدّام القرآن

غیر اسلامی نظام کے تحت زندگی کا کفارہ

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

اس وقت ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم غیر اسلامی نظام کے تحت زندگی گزار رہے ہیں اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس صورتِ حال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ دنیا میں کسی بھی جگہ اسلامی نظام قائم نہیں کہ وہاں ہجرت کر جائیں اور اس مجرمانہ زندگی سے چھٹکارا پا سکیں۔ جب کہیں اسلام کا نظام ہی موجود نہیں تو ہم سود یا سود کا غبار کھانے پر مجبور ہیں۔ اسی طرح ہمیں کئی ایسے گناہوں پر مجبور کر دیا گیا ہے جن کے خلاف ہمارا بس نہیں چلتا۔ ہم طوعاً و کرھاً ان میں شریک اور حصہ دار ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس کا کوئی کفارہ بھی ہے جس کو ادا کر کے ہم اللہ کی جناب میں سرخرو ہو سکیں؟ تو میری نظر میں تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ہم اس طاغوتی نظام کے خاتمے اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے جدوجہد اور کوشش کریں۔ ہم ایسا کریں گے تو یہ غیر اسلامی نظام کے تحت زندگی گزارنے کے گناہ کا کفارہ اور تلافی ہو جائے گی۔

ملفوظات ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ: 153

حکمت و دانش

جس طرف انسان کی دانش ترقی کرتی ہے، اسی موضوع سے محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ انبیا تو صاحبِ وحی ہوتے ہیں جن کو دانش اور محبتِ الٰہی بیک وقت عطا ہوتی ہیں لیکن عام انسانوں کے لیے بھی خدا نے یہی راستہ بتایا ہے کہ آفاق و انفس میں آیاتِ الٰہی کا مطالعہ کرتے رہو۔ اس طرح فطرۃ اللہ کو پہچاننے کی کوشش کرو جس پر انسان کو ڈھالا گیا ہے۔ لیل و نہار کے انقلابات پر غور کرو، تاریخ کے حقائق کو چشمِ بصیرت سے دیکھو اور فطرت کے اندر سے حکمتوں کو تلاش کر کے فاطر السمٰوات والارض کی صفات پر غور کرو۔ اس غور و خوض سے تم میں صحیح معرفت پیدا ہو گی اور اسی معرفت کی ترقی سے تم میں محبتِ الٰہی پیدا ہو گی، جو تمام سچی محبتوں کا مآخذ اور منتہیٰ ہے۔ اسی لیے بار بار قرآن کریم اس کو دہراتا ہے کہ یہ لوگ کیوں عقل سے کام نہیں لیتے؟ یہ کیوں تفکر اور تدبر نہیں کرتے؟ ان آیاتِ الٰہی سے جو آفاق و انفس دونوں میں موجود ہیں، یہ لوگ کیوں مآخذ و مقصود حیات کے نتائج اخذ نہیں کرتے، اگرچہ خدا ربّ و رحیم ہے اور ودود ہے اور رحمت و محبت اس کی ذات میں داخل ہے، اور اگرچہ یہ بھی صحیح ہے کہ اعمال اور عبادات فی نفسہ مقصود نہیں بلکہ یہ سب معرفت کے ذریعے اور محبت الٰہی کی طرف رہنمائی کے وسائل ہیں۔ جو لوگ دانش کو استعمال نہیں کرتے، ان کو جانوروں سے بھی ادنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ صم بکم عمی فھم لا یرجعون میں بے دانشی ہی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس تمام تعلیم سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اگر انسان میں راست و ناراست اور خیر و شر کی تمیز پیدا ہو جائے، تو وہ اپنے مقصود اور معبود کو پا سکتا ہے۔

حکمتِ رومی از خلیفہ عبدالحکیم

اقتباس نگرانِ انجمن خُدّام القرآن

حکمتِ عید

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد

اللہ تعالیٰ کا بے حد فضل ہے کہ عید الفطر کا مبارک موقع ہمیں نصیب ہوا اور اس سے پہلے ہم رمضان المبارک جیسے رحمت و مغفرت کے ماہِ مبارک سے گزرے۔ جو بھی محنتیں ہم سے ہو سکیں وہ محض اللہ کے فضل سے ہوئیں اس پر اللہ کا شکر ہم پر واجب ہے۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (سورۃ ابراہیم آیت 7)

اگر تم شکر ادا کرو گے تو مزید نعمتیں عطا کروں گا۔

رمضان میں جو نماز، روزہ اور دیگر عبادات کی توفیق ملی ہے تو اگر ایک مسلمان یہ چاہے کہ آئندہ بھی یہ توفیق ملتی رہے تو ضروری ہے کہ اس پر وہ اللہ کا شکر ادا کرے۔ ہمارے دین نے ہمیں یہ دو عیدیں عطا کی ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ اسلام دین فطرت ہے اور اللہ نے انسان میں کچھ فطری جذبات رکھے ہیں وہ خوشی کا اظہار کرنا چاہتا ہے بلکہ انہیں دوسروں کے ساتھ منانا چاہتا ہے۔ دیگر اقوام عالم میں خوشی کے اظہار کے لیے جو طریقے رائج ہیں ان میں ہلا گلا، شور شرابا اور عیاشی کے عناصر شامل ہیں۔ ہمارے دین فطرت نے جو ہمیں تہوار عطا فرمائے ہیں وہ بڑے بامقصد ہیں۔ ماہِ رمضان میں روزے کی عبادت کی تکمیل ہوئی تو عید الفطر عطا کر دی گئی اور حج کی عبادت کے موقع پر عید الاضحیٰ دے دی گئی، ہماری عید کا آغاز اللہ کے حضور دو رکعت نماز کی ادائیگی سے ہوتا ہے اور پھر عید گاہ جانے اور آنے کے آداب بھی بتا دیے کہ اللہ کی تکبیرات کہتے ہوئے آؤ اور کہتے ہوئے جاؤ، مزید یہ کہ نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا بھی لازم ہے جس سے نہ صرف رمضان کے روزوں کے دوران کی گئی کوتاہیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ غریب کو بھی عید کی خوشیوں میں شریک ہونے کا موقع ملتا ہے۔ تو دین نے یہ تہوار بھی ہمیں بامقصد عطا کیے ہیں۔

الحمدللہ رمضان کے روزے ہم نے رکھے، قرآن میں اللہ نے ان روزوں کا مقصد بھی بتایا "لعلکم تتقون" (تاکہ تم متقی بن جاؤ)۔ اللہ ہمیں نہ بھوکا رکھنا چاہتا ہے نہ پیاسا۔ مقصد یہ ہے اللہ کے حکم کے تابع ہو جاؤ، اس میں تمھاری نہیں اللہ کی مرضی چلے گی۔ رمضان میں جائز کھانا پینا بھی مخصوص اوقات میں حرام ہو گیا اب ساری زندگی کا روزہ رکھو اور ہر حرام اور ناجائز شے کو ترک کر دو۔ یہ ہے رمضان کے روزوں کا مقصد اور جس کا اظہار عین عید کے دن ہونا چاہیے تاکہ ہم عید پر اقوام غیر کی طرح اچھل کود اور بے جا تماشا نہ کریں بلکہ حدود اللہ میں رہتے ہوئے ایک پاکیزہ معاشرے کے نمائندہ کے طور پر پیش آئیں، اور اپنی خوشیوں میں دوسروں کو بھی شریک کریں۔

خطبہ عید الفطر سے اقتباس

رمضان کے بعد

سید سلیم الدین
مدیر قرآن اکیڈمی لیسین آباد

رمضان المبارک اپنی تمام تر رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ جلوہ فگن ہوا اور بڑی تیزی سے ہمارے درمیان سے رخصت بھی ہو گیا۔ یہ مہینا ایک مسلمان کو ایمانی اور عملی طور پر عروج اور بلندی عطا کرتا ہے۔ ان میں وہ یقین اور ایمان پیدا کرتا ہے جو مسلمانوں کا عظیم سرمایہ ہے اور جو اسلام میں مطلوب اور مقصود ہے۔ عملی طور پر بھی ان میں وہ اسپرٹ پیدا کی جاتی ہے کہ اگر رمضان کے بعد بھی اسی رفتار سے سفر جاری رکھا جائے تو آخرت کی منزل آسان ہو جائے گی اور ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں وہ راحت نصیب ہو گی جس کا آج تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ ہمارا المیہ ہے کہ رمضان المبارک میں جو عمل کیا جاتا ہے اس کی رفتار بعد میں سست پڑ جاتی ہے۔ اور دنیا کی گہما گہمی میں کھو کر اپنی اس ایمانی کیفیت کی طرف سے غفلت ہو جاتی ہے جو رمضان المبارک میں انسان کو حاصل ہوئی تھی۔

مسجدیں ویران ہو جاتی ہیں، صفیں لپیٹ کر رکھ دی جاتی ہیں، قمقمے اتار دیے جاتے ہیں، رونقیں ماند پڑ جاتی ہیں اور وہی پرانے نمازیوں کی ایک دو صفیں باقی رہ جاتی ہیں حالانکہ رمضان اس لیے دیا گیا تھا تاکہ اس میں مسلمانوں کی شمع ایمانی کی لو تیز ہو سکے، ان کی روح پر جو ضیغ وضلال کی جو کثافتیں پھیلی ہوئی ہیں ان کو دھو کر روح کو شفاف و منزہ کیا جا سکے۔ اور وہ اپنے طرزِ عمل سے ایک مؤمن اور صالح انسان نظر آئیں۔ ان کی زندگی قرآنی تعلیمات کے سانچے میں اس طرح ڈھل جائے کہ ان کو دیکھ کر لوگ اسلام کی حقانیت کو پہچان سکیں۔ اور قرآن حکیم کو رشد وہدایت کا سرچشمہ مان لیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزوں کو فرض کرنے کی حکمت تقویٰ کے ساتھ متصف ہونا بیان کیا ہے یعنی انسان کا دل، سوچ، سمجھ، انداز اور اخلاق و کردار سب کچھ اس طرح بدل جائیں کہ رمضان کے بعد ایک نئی اور صالح زندگی کا حامل بن جائے اور زندگی میں ایک طرح کا انقلاب برپا ہو جائے کہ اگر وہ رمضان سے قبل سودی لین دین میں ملوث تھا تو اب وہ توبہ کر لے اور اس کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ خدانخواستہ اگر وہ شراب نوشی کا عادی تھا تو اب اس سے نفرت پیدا ہو جائے۔ دھوکہ دہی، کذب بیانی، ظلم و زیادتی، حسد، غیبت اور دوسرے منکرات سے توبہ و استغفار کے ذریعے سے اپنے آپ کو پاک و صاف کر لے اور دوبارہ ایسی معصیت کا ارتکاب ہر گز نہ کرے۔ فرائض و نوافل کو اپنے لیے حرزِ جاں بنا لے۔ اس ماہِ مبارک میں اگر کسی کو اللہ کی طرف سے ہدایت اور نواہی سے اجتناب کی سعادت نصیب ہو گئی ہے تو اس کی قدر کرنا اس پر لازم ہے۔ اس لیے کہ اگر اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کی قدر دانی نہ ہو تو بعض اوقات وہ بندے سے اپنی نعمتوں کو چھین بھی لیتا ہے۔ جبکہ اللہ قدر دانی کے سبب انسان کی نعمتوں میں اضافہ بھی کر دیتا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

''اگر تم نے واقعی میرا شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔'' (سورۃ ابراہیم:07)

اگر یہ کیفیات دل میں پیدا ہو گئیں اور زندگی میں ایسا تغیر رونما ہو گیا تو سمجھنا چاہئے کہ رمضان کا مقصد حاصل ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کو پا لیا ورنہ بظاہر رمضان کا مہینا ہم نے پایا اور کچھ اس سے حاصل کیے بغیر وہ ہم سے رخصت ہو گیا تو یہ اہل ایمان کے لیے سب سے بڑی مایوسی، بدنصیبی اور محرومی کا سبب ہے رسول کریم ﷺ نے انسان کی تباہی و بربادی کی کئی وجوہات ارشاد فرمائی ہیں، جن میں اس ماہِ مقدس کے حوالے سے بھی آپ ﷺ نے جبرائیل امین کی بددعا پر آمین کہہ کر وعید سنائی:

"تباہ ہو گیا وہ شخص جس نے رمضان کا مہینا پایا اور اپنی مغفرت نہیں کروائی۔" (صحیح مسلم)

رمضان المبارک میں ایک روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے کا شعور پختہ ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ سخت دھوپ اور گرمی میں جبکہ پیاس سے زبان خشک ہو جاتی ہے اس وقت بھی تنہائی میں پانی پینے کی غلطی نہیں کرتا۔ عمل کے اعتبار سے جیسا بھی ہو مگر روزہ کی حالت میں صبح سے شام تک بھوک اور پیاس کو بڑی بشاشت کے ساتھ برداشت کرتا ہے اور اسے یقین ہوتا ہے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ اگر میں نے تنہائی میں بھی کچھ کھا پی لیا تو اگرچہ انسان کی نظر سے بچا جا سکتا ہے مگر میں اپنے رب کی نظر سے نہیں بچ سکتا۔ یہی وہ احساس ہے جو اسے کھانے پینے سے روکتا ہے اور بھوک و پیاس برداشت کرنا اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت بھی فرما دی ہے، ارشاد ہوا:

"اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کام تم کرتے ہو، اللہ اس کو دیکھتا ہے۔" (سورۃ الحدید: 04)

رمضان المبارک کا یہ پیغام ہے کہ جس طرح اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کے وجود کا احساس تھا اور ہر لمحہ اُس کا خوف دل میں بسا ہوا تھا اسی طرح رمضان کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کا احساس اور اس کی گرفت کا خوف دل میں موجود ہو کہ روزہ درحقیقت اسی کیفیت کو پختہ کرنے کا ایک نصاب ہے۔ اگر یہ کیفیت دل میں پیدا ہو جائے تو حرام و حلال کی تمیز دل میں پیدا ہو گی، کسی پر ظلم کرنے کا ارادہ پیدا نہیں ہو گا۔ شراب نوشی' زناکاری' دھوکہ دہی' کذب بیانی وغیرہ سے زندگی پاک و صاف ہو گی۔ سودی لین دین سے وہ آدمی توبہ کر لے گا اور کسی ایسے کام کی طرف اس کا ذہن نہیں جائے گا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے ہر وقت اس کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے کا احساس ہو گا جس سے وہ تمام منکرات سے محفوظ رہے گا جیسا کہ صحابہ کرامؓ میں یہ احساس جاگزیں تھا، اس کے سبب ان کا مقام اتنا بلند ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما دیا کہ " اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔" (سورۃ البینۃ: 8)

رسول اکرم ﷺ کی تمام محنتوں کا مقصد بھی یہی تھا کہ ہر انسان کو یہ احساس ہو جائے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، وہ عرش کا مالک ہے اس کا کوئی ثانی اور نظیر نہیں' اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا' اس کی بندگی میں ہی دنیا و آخرت کی بھلائی پوشیدہ ہے رمضان المبارک کا بھی یہی مقصد قرآن نے سورہ البقرہ آیت 183 میں بیان کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تا کہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔"

یہ تقویٰ کیا ہے؟ جسے روزے کی فرضیت کا اصل مقصود بنایا گیا ہے؟

لغت میں تقویٰ کہتے ہیں، خود کو کسی ایسی چیز سے بچانا یا محفوظ رکھنا جس سے انسان خوف زدہ ہو۔ اور شریعت میں تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان ان چیزوں پر عمل کرے جن کا حکم دیا گیا ہے اور چیزوں کو چھوڑ دے جن کو چھوڑنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں خود کو گناہوں اور ان چیزوں سے بچانا

اور محفوظ رکھنا جو گناہوں میں مبتلا ہونے کا باعث بنتی ہے۔ ڈر اور خوف تقویٰ کی ابتدا ہے۔ کبھی تقویٰ کو خوف و خشیت کہتے ہیں اور کبھی خوف و خشیت کو تقویٰ بھی کہتے ہیں۔

تقویٰ دراصل انسان کو اسلامی سیرت و کردار میں ڈھالنے کا مؤثر ذریعہ ہے۔ اسلام جس طرزِ عمل کو اختیار کرنے کا تصور دیتا ہے وہ تقویٰ کی روش میں ہی پوشیدہ ہے۔ کسی خاص وضع قطع کو اختیار کر لینا، اپنے طور پر کسی خاص عبادت کو شریعت کا درجہ دے دینا یا پارسائی کا لبادہ اوڑھ لینا جبکہ باطن میں نفسانی خواہشات اور ضیغ و ضلال ڈیرے ڈالے بیٹھے ہوں، تو یہ تقویٰ نہیں ہے۔ تقویٰ دراصل ایک نہایت وسیع اصطلاح ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کر لیتا ہے۔ فکر اگر راست ہو تو اس کا عکس انسان کے عمل پر ضرور پڑتا ہے۔ متقی وہ ہے جس کا قال حال بن جائے۔ رمضان کا مہینا تقویٰ کے اسی جوہر کو عملی شکل دینے کا نام ہے۔ جس سے انسان کے آئندہ شب و روز میں جاری رہنا ناگزیر ہے۔

روزہ دار نے اگر اس مقصد کو پالیا تو گویا شریعت کے اصل مقصد کو اس نے پالیا اور اب وہ گمراہی سے محفوظ ہو گیا۔ ایک شخص روزے کی حالت میں اُن تمام چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے جن کو شریعت نے وقتی طور پر ممنوع قرار دیا ہے۔

یہ دراصل اس بات کی مشق کرائی جاتی ہے کہ جس طرح رمضان میں ان چیزوں سے اپنے آپ کو روکے رکھا اور شریعت کی پابندی کی، ویسے ہی رمضان کے بعد ان تمام چیزوں سے رکے رہنا ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے جن کو شریعت نے مستقل طور پر حرام قرار دیا ہے۔ اہل ایمان کو چاہیے کہ ممنوعات سے مکمل گریز کریں اور شریعت کا پاس و لحاظ رکھیں۔ وہ چیزیں جن پر صرف صبح سے شام تک پابندی تھی جب ان پر اس قدر سختی سے عمل کیا گیا اور پورا مہینا اس پر مشق ہوتی رہی تو جن پر ہمیشہ ہمیش کے لیے بندش عائد کی گئی ہے ان پر کس قدر ہمیں سختی سے عمل کرنا چاہیے۔

ایک مسلمان کو حرام اور ممنوع عمل کرتے ہوئے فوراً اس بات کی طرف ذہن کو لے جانا چاہیے کہ رمضان میں جس طرح ممنوعات سے رکے رہے اسی طرح رمضان کے بعد بھی مجھے تمام ناجائز کاموں سے رکنا چاہیے ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ رمضان میں ہی رکنا میرے لیے ضروری تھا اور بعد میں نہیں۔ جب بھی مقصد اپنے رب کو راضی کرنا تھا اور اب بھی وہی مقصد ہے، پھر حرام اور ممنوع چیزیں غیر رمضان میں کیسے جائز ہو سکتی ہیں؟ اسی طرح رمضان المبارک کا ایک خاص تحفہ اور سوغات قرآن مجید کی تلاوت اور اس میں غور و تدبر کرنا ہے۔ قرآن مجید اسی مہینے میں لوح محفوظ سے سمائے دنیا پر نازل کیا گیا اسی لیے اس مہینے کو اللہ تعالیٰ نے بڑا شرف و عزت عطا کیا اور اس کو تمام مہینوں پر فضیلت دی گئی۔ اس طرح قرآن کریم کو اس مہینے سے خاص مناسبت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ رمضان کی ایک خاص عبادت تراویح کو قرار دیا گیا جس میں پورا قرآن سنا یا پڑھا جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کا یہی معمول تھا اور قرن اول سے آج تک یہ معمول منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔

اس سے یہ پیغام ملتا ہے کہ رمضان کے بعد بھی قرآن کریم کی تلاوت کو اپنے معمولات کا لازمی حصہ بنائیں اور اس سے تعلق قائم رکھیں۔ قرآن کریم کی تلاوت صرف رمضان کے لیے خاص نہیں بلکہ رمضان میں کثرت سے تلاوت دراصل اپنی طبیعت کو عادی بنانے کے لیے ہے تاکہ غیر رمضان میں بھی یہ عمل باقی رہے اور ہر صبح و شام قرآنی آیات کا ورد زبان پر جاری رہے یا کم سے کم فجر کی نماز کے بعد ایک خاص مقدار میں تلاوت قرآن کو اپنا معمول بنا لیا جائے پھر اس کے بعد اپنے کام کا آغاز کیا جائے۔ انشاء اللہ اس سے کام میں برکت پیدا ہوگی اور پورا دن مصائب و مشکلات سے محفوظ رہیں گے۔

اسی طرح قرآن کریم کے معانی و مفہوم پر غور و تدبر کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے کیونکہ یہی دراصل قرآن کے نزول کا مقصد ہے بلاشبہ یہ کتاب اصولِ حیات اور تمام قوانین کا منبع اور سر چشمہ ہے اور جب تک اس کے ترجمہ اور معانی و مفہوم پر ہم غور نہ کریں اس وقت تک اس کے اصولِ حیات ہونے اور اس کی شانِ رفعت کا علم نہیں ہو سکتا اس لیے موجودہ تراجم و تفاسیر کی مدد سے اس بات کی کوشش کی جانی چاہیے کہ اپنے رب کے مقصود کو ہم پائیں اور اس پر عمل کرنے کے لیے اپنے نفس کو آمادہ کریں۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ بہت سے مسلمان رمضان کے بعد پورے سال قرآن کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے بلکہ بہت سے لوگ قرآن پڑھنا بھی نہیں جانتے اور نہ اس کی کوشش کرتے ہیں، یہ قرآن سے بے اعتنائی اور مجرمانہ غفلت کی بات ہے۔

رمضان المبارک کا مہینا ہمدردی و غمخواری کا بھی ہے۔ عام طور پر مسلمان اس میں محتاجوں، مسکینوں اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں، ان کو اپنے افطار و سحر میں شامل رکھتے ہیں اور حتی الامکان ان کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ ہمدردی کا یہ جذبہ رمضان کے بعد بھی باقی رہنا چاہیے۔ ایک مسلمان پاس پڑوس کے محتاجوں اور بیکسوں کی خبر گیری رکھے اور اس کی کوشش رہے کہ کوئی شخص پڑوس میں بھوکا نہ سونے پائے۔ اگر کوئی محتاج ہے تو اپنی بساط کے مطابق اس کی مدد کرے، اپنے کھانے میں سے کچھ حصہ اس کے پاس بھیج دے تاکہ وہ بھی اپنی یا اولاد کی بھوک مٹا سکے یہ بہت بڑا صدقہ اور خیر و بھلائی کا کام ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص بیمار ہے اور اس کے پاس علاج و معالجہ کے لیے وسائل نہیں تو پڑوس اور دور کے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کی دوا و علاج کا انتظام کریں یا کم از کم علاج و معالجہ میں ہاتھ بٹائیں اور بقدر وسعت اس میں حصہ لیں۔ مالی امداد کے علاوہ اخلاقی معاونت بھی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ آج کتنے لوگ ہیں جو افطار کی محفلوں میں بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیتے ہیں لیکن ان کے گھر کے پڑوس میں کوئی غریب بیمار ہے، اپاہج ہے جس کے پاس علاج جاری رکھنے کی سکت نہیں وہ ایک ایک پیسے کا محتاج ہے مگر دعوتیں اڑانے والوں کو اس کی خبر بھی نہیں۔ اگر کسی کی اس بے بسی اور کسمپرسی کا علم ہو بھی جائے تو چشم پوشی اختیار کر لی جاتی ہے۔ یہ ایک مسلمان کے لیے نہیں بلکہ انسانیت کی بھی توہین ہے۔ بقول خواجہ میر درد:

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رمضان میں چند لوگوں کو افطار کرا دینے سے ہمدردی کا حق ادا ہو جائے گا۔ اور یہ ان کے لیے بہت اجر و ثواب کا باعث ہو گا۔ یقیناً سحر و افطار کروانا بھی موجب ثواب ہے، مگر اصل تو ان محتاجوں کی احتیاج کو دور کرنا ہے، جو اپنی سفید پوشی کی بنا پر دست سوال دراز نہیں کر سکتے، ان بیکسوں کی بیکسی کو دور کرنا ہے جو آپ سے امید لگا کر بیٹھے ہوتے ہیں۔ آپ کی ذمہ داری ہے کہ خاموشی کے ساتھ ان افراد کی مدد کریں اور ان کے ساتھ ہمدردی و غمخواری کا اظہار کریں۔ بہت سے لوگ ناگہانی مصائب کے شکار ہو جاتے ہیں ان کو دیکھ کر دل میں غمخواری کے جذبات کا پیدا ہونا رمضان کا اہم پیغام ہے۔ غرض رمضان گزر جانے کے بعد بھی خلق خدا پر شفقت، غربا پر ترس اور پریشان حال لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی کوشش رہے اور یہ ہماری عادتِ ثانیہ بن جائے۔ مسلمان صرف ماہِ رمضان میں ہی مسلمان نہیں ہوتا بلکہ وہ تو شعوری سطح پر پہنچنے کے بعد اپنی زندگی کی ڈور ٹوٹنے تک مسلمان ہی رہتا ہے۔ مسلمان کسی کیفیت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک الہامی نظریے کا پیروکار ہے۔ اور یہ نظریہ اس کے فکر و نظر میں بنیان مرصوص بن جائے۔ یہی ایک مسلمان کی رفعتِ شان ہے۔

تاج رسالت کے انمول نگینے (خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ)

محمد ارشد

استاذ قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

سید نا عثمان غنیؓ وہ بابرکت و مقدس ہستی جس سے فرشتے بھی حیا کرتے تھے۔شرم وحیا کا وہ پیکر کہ جن کہ بارے میں مشکوۃ شریف جلد سوم میں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے مہر تصدیق ثبت ہے۔

ترجمہ: "حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن اس حال میں استراحت فرمارہے تھے کہ آپ ﷺ کی پنڈلیاں مبارک کھلی ہوئی تھیں ۔ابو بکرؓ نے شرف باریابی چاہی۔آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور آپ اسی حال میں تھے۔پھر عمرؓ نے اذن چاہا آپ ﷺ اسی حال میں تھے۔پھر عثمانؓ نے اذن چاہا رسول اللہ ﷺ اٹھ بیٹھے اور اپنے کپڑے درست کرلیے۔جب صحابہ کرامؓ چلے گئے تو عائشہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ابو بکرؓ آئے آپ ﷺ نے حرکت نہ کی نہ ہی ان کے آنے کی پرواکی۔عمرؓ آئے آپ ﷺ نے نہ کوئی حرکت کی نہ ہی ان کے آنے کی پرواکی۔پھر عثمانؓ آئے تو آپ ﷺ اٹھ بیٹھے اور اپنے کپڑے درست کرلیے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں" (مسلم شریف)

سرخ وسفید رنگت، متناسب قد و قامت، حسین چہرہ، چوڑہ سینہ، گھنی بار عب داڑھی، دراز گیسو جن کے سرے کانوں کی لو تک پہنچتے، ریشم کی طرح نرم ونازک کلائیاں، علم الفرائض کے ماہر، صداقت، امانت، زہد حیا، ایثار، فیاضی جیسے فضائل اخلاق سے متصف ۔رقت قلبی کا عالم یہ کہ جب کبھی گزر کسی قبرستان سے ہوتا تو ریش مبارک آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔سلامتی فطرت اور پاکیزگیٔ قلبی ایسی کہ اسلام سے پہلے بھی شراب وشباب کو ہاتھ لگایا نہ کبھی کسی بت کو سجدہ کیا۔

ایک کامیاب تاجر جس نے مال ودولت کو جنت کی خریداری میں بے دریغ خرچ کیا۔نبی کریم ﷺ کی دو صاحبزادیوں سے نکاح کا شرف حاصل کر کے دربار رسالت ﷺ سے ذوالنورین کا لقب پانے والے۔دوہری ہجرت کی سعادت سمیٹنے والے۔وہ ذات مقدس جس کے خون کے بدلے کے لیے نبی رحمت ﷺ نے بیعت علی الموت لی۔وہ ہستی جس نے غزوہ تبوک کے مشکل ترین اور آزمائش کی انتہا کے موقع پر ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے، ستر ہزار درھم، ایک ہزار دینار، اور وافر مقدار میں اناج راہ خدا میں دے کر نبی ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کیا اور لسان نبی مکرم ﷺ سے اس دعا کے حقدار ہوئے کہ: "اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا"۔

جس نے عہد صدیقی میں قحط کے مشکل ترین وقت میں اپنا پورا تجارتی قافلہ مع سازوسامان مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو پانی کی قلت ہوئی تو وہ ہستی جس نے یہودی سے کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔جس کے دور خلافت میں پہلی بار مسلمانوں نے سمندر مسخر کیا۔ اسکندریہ، لیبیا، تیونس، آذربائیجان، مراکش، جزیرہ قبرص، جزیرہ ارواد، جزیرہ رہوڈس، خراسان، سجستان، طبرستان، کابل، اور آرمینیہ جیسے معروف علاقوں میں اسلامی حکومت کا جھنڈا اسی ہستی کے عہد خلافت میں لہرایا گیا۔وہ ہستی جو کاتب وحی ہے جسے قرآن حکیم زبانی یاد کرنے کی سعادت حاصل ہے۔

جس نے قران حکیم کے متعدد نسخے تیار کر کے مختلف صوبوں کے مرکزی دفاتر بھیجے، جس پر اس کنویں کا پانی بند کیا گیا جسے اس نے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ جس ہستی نے شہر نبی مکرم ﷺ میں طاقت واقتدار حاصل ہونے کے باوجود خون بہانا گوارا نہ کیا اور خود اپنے لیے تاریخ اسلام کی مظلومانہ ترین شہادت قبول کر لی۔

اس ہستی کا نام نامی اسم گرامی ہے عثمان رضی اللہ عنہ جو کہ فرزند ہیں عفان کے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد امیر المومنین ہوئے اور لسان رسالت سے جنت کی بشارت پائی آپ رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ اور قابل رشک حیات طیبہ کا تذکرہ ہر مسلمان کے لیے مشعل راہ ہے۔

حضرت عثمانؓ واقعہ فیل کے چھ سال بعد طائف میں پیدا ہوئے آپؓ کی والدہ کا نام اروی بنت کریز ہے جو نبی کریم ﷺ کے دادا عبد المطلب کی نواسی تھی۔ حضرت عثمانؓ طائف میں ہی جوان ہوئے نوجوانی ہی میں تجارت شروع کی کاروباری سلسلے میں اکثر حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات رہتی جوان کے حسن معاملہ اور اعلیٰ اخلاق سے بہت متاثر تھے۔ ایک دن حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھے تھے کے نبی کریم ﷺ تشریف لائے جب آپ ﷺ کی نگاہ مبارک عثمانؓ پر پڑی تو فرمایا ''عثمان اللہ کی جنت قبول کرو میں تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں'' فرماتے ہیں کہ اسلام کی دعوت تو ابو بکرؓ بھی دیا کرتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ نے کچھ ایسے دلسوز انداز میں دعوت دی کہ اگلے ہی لمحات میں پاکیزہ کلمہ زبان پر جاری ہو گیا۔

جب کائنات کے شقی القلب ترین بدبخت ابو لہب نے نبی رحمت کی دشمنی میں آپ ﷺ کی صاحبزادی جو کہ اس بدبخت کے نالائق بیٹے کے نکاح میں تھیں کو طلاق دلادی تو آپ ﷺ نے ان صاحبزادی کا نکاح عثمانؓ سے کر دیا۔ سیرت میں یہ دور تعذیب مسلمین کہلاتا ہے جس میں مسلمانوں پر بدترین تشدد کیا جا رہا تھا۔ جناب عثمانؓ بھی اس تشدد سے محفوظ نہ تھے ان حالات میں آپؓ نبی کریم ﷺ کی اجازت سے اپنی اہلیہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئے انسانی تاریخ میں حضرت لوطؑ کے بعد یہ دوسرا مبارک جوڑا ہے جس نے اللہ کے لیے اپنا وطن چھوڑا۔ حبشہ میں رہائش کے دوران یہ خبر پہنچی کہ مکہ میں بیشتر لوگ مسلمان ہو گئے ہیں حضرت عثمانؓ خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور مکہ واپس پہنچے تو معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی حالات پہلے سے زیادہ سنگین تھے مسلمانوں پر بدترین تشدد کیا جا رہا تھا پھر مدینے کی طرف ہجرت کا اذن عام ہوا تو حضرت عثمانؓ اہلیہ محترمہ کے ساتھ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ 2 ہجری میں عین فتح بدر کے دن آپؓ کی اہلیہ اللہ کو پیاری ہو گئیں آپؓ اہلیہ کی وفات پر انتہائی افسردہ رہتے تھے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی کا نکاح آپؓ سے کر دیا۔

''یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا''

جود وسخا، مہر و وفا اور صدق وصفا کے پیکر سیدنا عثمانؓ عبادات کا اہتمام بھی بڑی کثرت سے کرتے تھے۔ رات کا بیشتر حصہ اور دن میں فرصت کے لمحات سجود و قیام میں گزرتے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کی المناک شہادت کے بعد آپؓ مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ اپنے پہلے خطبہ خلافت میں فرمایا:

ترجمہ: ''لوگوں پہلی سواری مشکل ہوتی ہے آج کے بعد کئی دن اور آئیں گے۔ اگر میں زندہ رہا تو خطبہ بھی صحیح انداز میں دوں گا۔ ہم خطیب نہیں اللہ ہمیں سکھلا دے گا''۔

دوسرے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''حمد وثنا کے بعد تم سب مسافر خانے میں ہو۔ عمر کا باقی حصہ تمام ہونے کو ہے مقدور بھر نیکی جلدی جلدی کرلو اپنے انجام کو پہنچنے سے پہلے موت صبح آئی کہ شام، کچھ شک نہیں کہ دنیا دجل کی چادر میں لپٹی ہوئی ہے۔ دنیا کی زندگی تمھیں دھوکہ میں نہ ڈال دے اور تمھیں اللہ سے غافل نہ کردے۔

اپنے سے پہلوں سے عبرت حاصل کرو۔ پھر محنت کرو کوشش کرو۔ غفلت نہ کرو کیوں کہ تم سے غفلت نہیں کی جائے گی۔ کہاں ہیں وہ دنیا کے فرزند اور بھائی جنہوں نے دنیا کو ترجیح دی اور اسے آباد کیا اور اس سے طویل عرصہ فائدہ اٹھایا۔ کیا دنیا نے انہیں نکال باہر نہیں کیا؟ تم دنیا کو اسی مقام پر رکھو جس پر اسے اللہ نے رکھا ہے۔ اور آخرت طلب کرو''۔

اللہ تعالی نے دنیا کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کرو کہ وہ اس پانی کی مانند ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا اور اس کے ساتھ زمین کی پیداوار اگی۔ پھر وہ خشک ہو کر بھس ہو گئی۔ جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں ثواب اور امید کے اعتبار سے تیرے رب کے نزدیک بہتر ہیں''۔

یہ آیات پڑھتے ہوئے سیدنا عثمانؓ کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔

سیدنا عثمانؓ کے دور خلافت کے دس سال دور فاروقیؓ کا تسلسل تھے لیکن اس کے بعد سبائی فتنے نے اس امت کو وہ زخم دیا جس سے آج بھی ٹیسیں اٹھ رہی ہیں جب بلوائیوں نے آپؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور سیدنا عثمانؓ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ آپؓ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے تو آپؓ نے بھی مظلومانہ شہادت کی تیاری شروع کر دی۔ آپؓ کے پاس بیس غلام تھے جو آپؓ نے آزاد کر دیے۔ ایک لباس جو آپ نے کبھی نہیں پہنا تھا زیب تن کیا۔

جمعہ کے دن جب کہ امیر المومنین روزہ سے تھے شر پسندوں نے حملہ کیا اور اس حال میں آپؓ کو شہید کیا کہ آپؓ تلاوت کر رہے تھے جس مصحف پر جھکے ہوئے آپؓ تلاوت کر رہے تھے اس کی آیت: فَسَيَكۡفِيۡكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ (سورۃ البقرہ:137)

ترجمہ: ''اللہ تیرے لیے کافی ہوگا اور وہ سننے اور جاننے والا ہے''۔ پر آپؓ کا خون اقدس گرا اور اسی حالت میں آپؓ خالق حقیقی سے جا ملے۔ یہ 24ھ ذوالحجہ کو عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت تھا کہ کابل سے مراکش تک پھیلی ہوئی سلطنت کا فرماں روا مظلومی و بے کسی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوا۔ وقت کی سانس رک گئی غم کے پہاڑ ٹوٹ گئے۔ حضرت علیؓ یہ خبر سنتے ہی ہاتھ اٹھا کر کہنے لگے اے اللہ گواہ رہنا میں خون عثمان بہانے کے جرم سے بری ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا عثمانؓ مظلوم مارے گئے اللہ کی قسم اس کا نامہ اعمال دھلے ہوئے کپڑے کی طرح صاف ہے۔

اللہ تعالی عثمانؓ کی قبر اطہر کو جنت کا باغ بنادے (آمین)

علم کی فضیلت، اہمیت و ضرورت

عاطف محمود

ناظم تعلیم قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

اللہ رب العزت نے انسان کو دو وجوہات کی بنا پر دوسری مخلوقات سے ممتاز کیا ہے ایک اس کے اندر روح پھونکی ہے اور دوسرا اسے علم کے اعتبار سے دوسروں پر فضیلت دی ہے۔ چنانچہ جب اللہ رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا اور ان کے اندر روح پھونک دی نیز انہیں کائنات کی اشیاء کے نام بتا دیے جو کہ فرشتے نہ بتا سکے تو اللہ رب العزت نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ نیز زمین میں خلافت کے عظیم بار کو اٹھانے کے لیے بھی صفتِ علم ناگزیر تھی۔ جس کے لیے حضرتِ انسان کا انتخاب ہوا اور انتخاب کا معیار بھی علم قرار پایا کیونکہ فرشتے اللہ رب العزت کی تسبیح و تقدیس تو کر ہی رہے تھے لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو کچھ اور ہی مطلوب تھا اور وہ یہ کہ انسان زمین پر اللہ کی نیابت کرے جس کے لیے صفتِ علم سے متصف ہونا ضروری تھا چنانچہ انسان کو بقیہ مخلوقات کے مقابلے میں سب سے زیادہ علم سے نوازا گیا۔

ہمارے دین میں علم کے سیکھنے سکھانے، پڑھنے پڑھانے کی نہایت تاکید وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ پہلی وحی ہی میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (سورۃ العلق 1-5)

"پڑھو اپنے پروردگار کا نام لے کر جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے۔ پڑھو، اور تمہارا پروردگار سب سے زیادہ کرم والا ہے۔ جس نے قلم سے تعلیم دی۔ انسان کو اس بات کی تعلیم دی جو وہ نہیں جانتا تھا"۔

مفسرین کے نزدیک تقریباً یہ بات اتفاقی ہے کہ مذکورہ بالا آیات پہلی وحی ہیں اور علم کی اہمیت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ ابتدائی وحی ہی میں دو مرتبہ پڑھنے کا تذکرہ ہے گویا دینِ اسلام علم کی اہمیت کو واضح کر رہا ہے۔

اللہ رب العزت سورۃ الزمر میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (سورۃ الزمر: 9)

"آپ فرما دیجیے کیا وہ لوگ برابر ہیں جو جاننے والے ہیں اور جو جاننے والے نہیں ہیں"۔

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اہل علم ہیں جن کے علم نے انھیں ایمان کی روشنی دکھائی ہے، جس کی وجہ سے انھوں نے ایمان قبول کیا اور عبادت میں لگے اور جو لوگ جاہل ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہیں جانتے یہ دونوں فریق برابر نہیں ہو سکتے نہ جہل علم کے برابر ہے نہ جاہل عالم کے برابر ہے اور نہ دونوں کا رتبہ برابر ہے جب قیامت کے دن حاضر ہوں گے تو اہل علم اصحاب ایمان جنت میں اور اہل کفر دوزخ میں بھیج دیے جائیں گے۔

اللہ ربّ العزت نے علم دین حاصل کرنے اور پھر اسے دوسروں تک پہنچانے کی اہم ذمہ داری کو بیان کیا اور اس کا طریقہ کار بھی بتادیا ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (سورۃ التوبہ 122)

"اور مومنین کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں، کیوں نہ نکلی چھوٹی جماعت ہر بڑی جماعت میں سے تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔ اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو ڈرائیں"۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ "ہر قوم میں سے چاہیے کہ بعض لوگ پیغمبر کی صحبت میں رہیں تاکہ علم دین سیکھیں اور پھر دوسرے لوگوں کو سکھائیں۔ اب پیغمبر اس دنیا میں موجود نہیں لیکن علم دین اور اس کے سکھانے والے موجود ہیں۔ طلب علم فرض کفایہ ہے اور جہاد بھی فرض کفایہ ہے"۔ (تفسیر عثمانی)

مذکورہ بالا آیت میں جس علم کی ترغیب دی گئی ہے وہ اختصاصی علم ہے یعنی وہ علم جس کو سیکھ کر دوسرے لوگوں کی رہنمائی کی جاتی ہے البتہ یہ بات ذہن میں رہے کہ بنیادی علوم دینیہ سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ یعنی جو کام کسی پر فرض ہے اس کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، کاروبار میں حلال و حرام وغیرہ کے امور جس سے متعلق ہیں اس پر اس کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے۔ اسی کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول کے ذریعہ اشارہ فرمایا ہے کہ:

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم (سنن ابن ماجہ)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم حاصل کرنا فرض ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے کون سا علم مراد ہے؟ اور کتنا علم مراد ہے؟ کیونکہ علم کی تو کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ علما اس کا خلاصہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ علم جو زندگی گزارنے کے لیے ناگزیر ہے اتنا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے چاہے اس کا تعلق دنیاوی امور سے ہو یا اس کا تعلق دینی امور سے ہو۔ اور ہر وہ کام جو کسی پر فرض ہو تو اس کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہو جاتا ہے کیونکہ بغیر صحیح علم کے وہ کام درست سرانجام نہیں دیا جا سکتا، لہذا جس پر نماز فرض ہے تو اس پر اس کا اتنا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے کہ جس کے ذریعے سے وہ اپنی نماز کو درست طور پر ادا کر سکے۔ یہ صرف ایک مثال سمجھانے کے لیے دی گئی ہے اب تمام معاملات دینیہ اور دنیویہ کو اس کے ذریعے سے سمجھ لینا آسان ہوگا کہ ہر وہ کام جو کسی پر فرض ہے تو اس کا علم حاصل کرنا بھی اس پر فرض ہونا چاہیے، وہ عقائد ہوں عبادات ہوں یا معاملات ہوں یا دنیاوی امور سے متعلق کوئی کام ہو۔

علم کی اہمیت و فضیلت کو رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے اقوال سے نہایت خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللهُ بِهِ طَرِيقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالْحِيتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ

وَإِنَّ الأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلاَ دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ(سنن أبی داؤد)

"جو علم حاصل کرنے کے لیے کسی راستے پر چلا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلا دیتے ہیں اور فرشتے طالب علم سے راضی ہوتے ہوئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور عالم کے لیے زمین و آسمان کی تمام چیزیں استغفار کرتی ہیں یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں۔عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے چودھویں کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہوتی ہے علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور انبیاء اپنی وراثت میں درہم و دینار چھوڑ کر نہیں جاتے بلکہ علم کو چھوڑ کر جاتے ہیں تو جو اس علم میں سے حاصل کرتا ہے گویا وہ بہت بڑا حصہ پا لیتا ہے"۔

یہ بات ہم جانتے ہیں کہ قرآن حکیم کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں لیکن یہ بات شاید ہم سے اکثر نہ جانتے ہوں کہ قرآن حکیم کی ایک آیت کو سمجھ لینا سو رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

يَا أَبَا ذَرٍّ، لَأَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ، خَيْرٌلَكَ مِنْ أَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ(سنن ابن ماجہ)

اے ابوذر! قرآن مجید کی ایک آیت کو سیکھنے کے لیے نکلنا تمہارے لیے سو رکعت نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

یہ بات تو بالکل واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ بہر حال نوافل کے مقابلے میں علم حاصل کرنا افضل ہے جیسا کہ ہم نے قصہ آدم و ابلیس میں بھی دیکھ لیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فضیلت علم ہی کی بنیاد پر دی گئی جب کہ فرشتے عبادت میں انسانوں سے افضل ہیں۔اسی طرح ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فقيه واحد أشد على الشيطان من ألف عابد(سنن ترمذی)

ایک سمجھ بوجھ رکھنے والا عالم، شیطان پر ایک ہزار عبادات گزاروں کے مقابلے میں بھاری ہے۔

مراد یہ ہے کہ ایک عالم کیونکہ دین کا صحیح علم و شعور رکھتا ہے لہذا وہ شیطان کے حملوں کا شکار آسانی سے نہیں ہو سکتا جب کہ ایک عبادت گزار صرف اپنی عبادت کو صحیح جانتا ہے اور دین کا علم گہرائی کے ساتھ نہیں جانتا لہذا وہ شیطان کے حملوں کا زیادہ شکار ہو سکتا ہے۔

قرآن حکیم اور احادیث نبویہ میں علم کی جو فضیلت اور اہمیت وارد ہوئی ہے اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی کہ بہر حال اس سے اصلاً قرآن و سنت کا علم مراد ہے۔اللہ رب العزت نے سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی چار آیات میں چوٹی کی چار چیزوں کا تذکرہ کچھ اس طرح سے کیا ہے۔اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ(سورۃ الرحمٰن 1-4)

وہ رحمٰن ہی ہے جس نے قرآن مجید کی تعلیم دی اسی نے انسان کو پیدا کیا اسی نے اس کو بیان کرنا سکھلایا۔

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تشریح میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ رب العزت نے ان چار آیات میں چوٹی کی چار چیزوں کا تذکرہ کیا ہے۔ سب سے پہلے اللہ رب العزت کے صفاتی ناموں میں سے چوٹی کا نام الرّحمن کا تذکرہ کیا کیونکہ جملہ مخلوقات اللہ کی صفت رحمت کی سب سے زیادہ محتاج ہے۔ اسی طرح علوم میں سب سے چوٹی کا علم قرآن حکیم کا ہے چنانچہ اس کا ذکر کیا پھر اللہ رب العزت کی بے شمار مخلوقات ہیں لیکن ان میں سے چوٹی کی مخلوق جسے اشرف المخلوقات بھی کہا جاتا ہے کا تذکرہ کیا مزید یہ کہ انسان کے اندر کئی صلاحیتیں ہیں لیکن ان میں اس کی اہم ترین صلاحیت جو اسے دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے یعنی بولنے کی صلاحیت اس کا تذکرہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب ان آیات کے بعد ایک حدیث بیان فرماتے تھے، خیرکم من تعلم القرآن و علمه (بخاری) ''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن حکیم سیکھے اور اسے دوسروں کو سکھائے''۔ پھر ڈاکٹر صاحب اس کا نتیجہ یہ بیان فرماتے تھے کہ یہ انسان کو جو قوت گویائی اللہ رب العزت نے دی ہے اس کے کئی استعمالات ہو سکتے ہیں اچھے بھی اور برے بھی لیکن اس کا سب سے اعلیٰ مصرف یہ ہے کہ اسے اللہ رب العزت کے کلام یعنی قرآن حکیم کو سمجھنے اور سمجھانے، سیکھنے اور سکھانے، پڑھنے اور پڑھانے کے لیے استعمال کیا جائے۔

ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس امت کے زوال اور اس کی زبوں حالی کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کا نتیجہ بھی یہی بیان فرماتے تھے کہ امت مسلمہ کا تعلق بحیثیت مجموعی اس قرآن حکیم سے کمزور پڑ گیا ہے اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تعلق کو مضبوط کیا جائے چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اس کے لیے دو کام کیے ایک عوامی دروس قرآن کا اہتمام فرمایا دوسرا ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کا آغاز فرمایا۔ پہلے کام کا تذکرہ اس سے پہلے مضمون میں کافی تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے چنانچہ دوسرے حصے کی تفصیل کچھ یوں ہے، حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کو اپنی بنیادی دینی و دنیوی زندگی گزارنے کے لیے بنیادی علم کا حصول ناگزیر بلکہ فرض عین ہے اسی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کی داغ بیل ڈالی، جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ایسے حضرات و خواتین جو کسی حد تک عصری تعلیم حاصل کر چکے ہوں انہیں عربی زبان کے بنیادی قواعد اور ان بنیادی علوم سے آراستہ کر دیا جائے جو قرآن حکیم کو سمجھ کر پڑھنے اور فہم دین کے حصول کے لیے ضروری ہیں تاکہ یہ حضرات و خواتین اپنی اور معاشرے کی اصلاح کے لیے داعیانہ کردار ادا کر سکیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ دنیاوی علوم اور زبانیں سیکھنے کے لیے ہم میں سے اکثریت زندگی کا بڑا حصہ لگا دیتی ہے اور جس سے کوئی بڑا مقصد حاصل نہیں ہوتا سوائے یہ کہ زندگی گزارنے اور اسے بنانے اور سنوارنے کا موقع ملتا رہتا ہے، جب کہ ایک مسلمان کا اصل اور حقیقی مسئلہ دنیا نہیں بلکہ آخرت کی زندگی کا ہے چنانچہ ہمیں اب اللہ رب العزت کے کلام کی زبان سیکھنے اور دینی علوم کو حاصل کرنے کے لیے بھی اپنی زندگی میں سے کچھ حصہ ضرور نکالنا چاہیے تاکہ کل قیامت کے دن اللہ رب العزت کے حضور جب حاضر ہوں تو شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

دراصل دنیاوی زندگی کو بنانے، سنوارنے اور اس میں آسودگی اور خوشحالی حاصل کرنے کے لیے بلاشبہ دنیاوی علوم بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ ہمارے مشاہدے میں یہ بات آتی رہتی ہے کہ انسان اپنی محنت، لگن، صلاحیت اور اپنی انتھک محنت اور جانفشانی سے اس دنیا میں اعلیٰ مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ جسے دیکھ کر معاشرہ رشک کرتا ہے۔ لیکن اس فانی اور عارضی دنیا میں انسان کتنا ہی اعلیٰ مقام حاصل کر لے، شہرت و عظمت کے بام عروج پر جا پہنچے۔ اس کی شخصیت

غیر متوازن ہی رہتی ہے۔ سب کچھ حاصل کر کے بھی انسان اپنے اندر ایک خلا محسوس کرتا ہے، جس کی حقیقت وہ خود بھی نہیں جانتا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو معاشرہ کے ممتاز ترین لوگ خودکشیاں کر کے اپنی زندگی سے ہاتھ نہ دھوتے، انسانی تاریخ اس امر کی گواہ ہے۔ اصل میں اس دنیا میں جو شخص جتنا صاحب ثروت ہوتا ہے، اتنا ہی وہ اندر سے کمزور اور سہما سہما رہتا ہے۔ ایک انجانا سا خوف اس کے اندر سرایت کیے ہوتا ہے۔ مادی زندگی کی خوشحالی کا یہ خاصّہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیم انسان کو بتاتی ہے کہ اس فانی دنیا میں اس کو بھیجنے کا اس کی تخلیق کا اصل مقصد و مدعا کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات 56)

"اور ہم نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی عبادت کے لیے"

تخلیقِ انسان کا مقصد اس وقت واضح ہوتا ہے جب انسان قرآن وسنت کی الہامی تعلیمات سے خود فیض یاب ہونے کی سعی وجہد کرتا ہے۔ سکون و راحت والی زندگی دینی تعلیمات پر اپنی زندگی استوار کرنے پر منحصر ہے، ورنہ دنیاوی زندگی کو ہی اپنی زندگی کا مرکز و محور بنا لینا، اور دین سے دوری اور قرآن وسنت کی تعلیمات سے غفلت وبے اعتنائی، انسان کی دنیا بھی کھوٹی کرتی اور آخرت میں بھی ہر طرح کی محرومی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ راستے کا صحیح تعین اسی وقت ہو سکتا ہے جب اپنی منزل کا شعور حاصل ہو۔ اس لیے کہ سرا گم ہو جائے تو ڈور کو سلجھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ چناں چہ انسان اگر کوشش کرے اور اپنے اطراف اکناف کا جائزہ لے تو دین سیکھنے، اس کا صحیح فہم حاصل کرنے اور اس پر عمل کر کے اپنی دنیا و دین سنوارنے کے کئی مواقع اسے میسر آ سکتے ہیں۔ صرف اخلاصِ نیت، ارادہ اور اس کی سعی وجہد لازمی ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ "انسان کے لیے وہی ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے" (النجم:39)

اور اس کے لیے ایک بہترین موقع انجمن خدام القرآن کی طرف سے رجوع الی القرآن کورس نعمت غیر مترقبہ ہے۔

ان شاء اللہ العزیز رجوع الی القرآن کورس رمضان المبارک کے بعد شروع ہونے جا رہا ہے تمام حضرات و خواتین کو اس حوالے سے منصوبہ بندی کرنی چاہیے اور اس کورس کے لیے وقت نکال کر اس میں شرکت ضرور کرنی چاہیے۔ جیسا کہ نام سے واضح ہے، رجوع الی القرآن کا مقصد ہے لوگوں کو قرآن کے پیغام سے جوڑنا۔ الحمد للہ، رجوع الی القرآن کورس ملک بھر میں مختلف مقامات پر کروایا جاتا ہے۔ جس میں لاہور، کراچی، ملتان، اسلام آباد اور فیصل آباد قابل ذکر ہیں۔ کورس میں بنیادی مضامین پڑھائے جاتے ہیں مثلاً عربی گرامر برائے قرآن فہمی، تجوید و ناظرہ، سیرت النبی ﷺ، قرآنِ حکیم کا مکمل ترجمہ و مختصر تشریح، قرآن حکیم کے منتخب مقامات کا تفصیلی مطالعہ، حدیث نبوی ﷺ، سیرت صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم اجمعین، عقیدہ و فقہ وغیرہ۔

اللہ رب العزت ہمیں اس عظیم کام کو کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی جانب سے خاص فضل و عنایت اور آسانی کا معاملہ فرمائے۔ (آمین یا رب العالمین)

اسلام اور سیکولرازم

راحیل گوہر صدیقی

عصرِ حاضر میں امت مسلمہ کعبہ و کلیسا کی کشمکش میں مشرق و مغرب کے مابین معلق ہو کر رہ گئی ہے۔اس کے فکر و عمل میں معرکہ ایمان و مادیت برپا ہے۔اسلامی معاشرے کی غالب اکثریت تو ابھی تک پرانی روایات اور قدیم نظام اقدار (Redical Islam) سے وابستہ و پیوستہ ہے جبکہ معاشرے کا بااثر، صاحبِ ثروت اور مغربی تہذیب و تمدن کا دلدادہ طبقہ بد قسمتی سے جس کے ہاتھوں میں ملک و قوم کی باگ ڈور بھی ہے اور وہ صاحبِ بست و کشاد بھی ہے، وہ مغربی تہذیب و تمدن کو ہی ترقی کا زینہ سمجھتا ہے اور فکر و نظر کی اس خرابی کے باعث اپنے مرکز سے دور ہوتے ہوئے مکمل طور پر اپنی ملی اقدار اور اصل تشخص کی نفی کرتے ہوئے اپنے سود و زیاں کا احساس بھی کھو بیٹھا ہے۔

پھر ایک بااثر طبقہ ہمارے چند ادیبوں، دانشوروں اور تعلیم و تعلم سے وابستہ افراد کا بھی ہے جس کی لغت میں اپنی روایات و اقدار، بنیادی تصورات، اپنے دین سے بے توجہی اور بے نیازی کا نام آفاقیت، وسیع المشربی، رواداری اور روشن خیالی ہے۔یہ طبقات آج بھی مغرب کے ان مستشرقین کی تزویرات (Strategic) کو سند سمجھتے ہیں جو آئے دن اپنے جدید افکار و نظریات کو قرآن و حدیث کے حوالے سے عین اسلام ثابت کر دکھانے سعی لاحاصل کرتے رہتے ہیں۔

اس حقیقت سے ہر باشعور شخص اچھی طرح واقف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہی علم کامل ہے اور اس کی ان گنت صفاتِ عالیہ میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ علیم بذاتِ الصدور ہے۔یعنی جو کچھ ہم اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس کو بھی بخوبی جانتا ہے۔اس کے برعکس مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے، جو انتہائی محدود ہے۔ارشاد ربانی ہے:

"اور وہ لوگ اس کے علم کی کوئی بات اپنے علم کے دائرے میں نہیں لا سکتے، سوائے اس بات کے جسے وہ خود چاہے۔" (سورۃ البقرہ 255)

پھر انسان کی اس وہبی علم میں کمی بیشی بھی ہوتی رہتی ہے۔انسان علم دو ذرائع سے حاصل کرتا ہے، ایک علم وحی ہے اور دوسرا علم کسبی (acquired knowledge) انسان کی دل آویز شخصیت کے لیے ان دونوں علوم کے ارتقا میں ایک توازن قائم رہنا ضروری ہے۔بسا اوقات انسان کا کسبی علم، محدود عقل و فہم کی بنا پر ناقص ثابت ہوتا ہے اور پھر یہی نقص اس کی خود ساختہ توجیہات اور تاویلات سے اس کے فکر و عمل کی گمراہی کا باعث بن جاتا ہے۔

انسان کا ناقص فہم دین اس کے لیے وبالِ جان جاتا ہے۔اس بے بصیرتی اور بے بضاعتی سے مراد وہ کم علم لوگ ہیں جو اپنے ناقص علم کے باوجود اس خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ وہ علما کے زمرے میں شامل ہو گئے ہیں، حالانکہ دین کی بہت سی باتوں کو وہ جانتے ہی نہیں اور جو کچھ وہ جانتے ہیں وہ یہاں وہاں کی کچھ سطحی اور غیر مربوط باتیں ہوتی ہیں۔ان کے علم میں کوئی گہرائی نہیں ہوتی۔وہ نہ جزئیات کو کلیات سے مربوط کر پاتے ہیں اور نہ انہیں تعارض و ترجیح کے فن سے آگہی ہوتی حاصل ہوتی ہے اور نہ متشابہات وظنیات کو محکمات کی روشنی میں سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

یہ انسانی نفسیات (human psychology) کا مسئلہ ہے کہ جب کوئی تہذیبی اثرات سے زیادہ اثر قبول کر لیتا ہے تو اس کی شخصیت میں ایک مرکز پیدا

ہو جاتا ہے، یہ مرکز ایک مقناطیس (magnet) کی طرح ہوتا ہے جو بکھرے ہوئے اثرات کو اپنی طرف کھینچ کر ایک جگہ جمع کر لیتا ہے۔ یہ مرکز جتنا زیادہ مضبوط ہوتا ہے، شخصیت میں اتنی ہی قوت آتی جاتی ہے، یہاں تک کہ بعض لوگوں میں یہ مرکز اتنا قوی ہو جاتا ہے کی ان کی شخصیت کے تمام اجزاء اس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ اب یہ مرکز مختلف قسم کے اثرات کی وجہ سے مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے انسانوں کی دو قسموں کا ذکر فرمایا ہے: جن میں ایک قسم کے لوگ باطنی طور پر ہم آہنگ ہوتے ہیں اور دوسری قسم کے لوگ اندر سے کشمکش میں مبتلا رہتے ہیں۔ شاہ صاحب پہلی قسم کے لوگوں کو "اہلِ اصلاح" اور دوسری قسم کے افراد کو "اہلِ جذب" کہتے ہیں۔

آج ایسے بہت سے "صاحبانِ جذب" ہیں جنہیں جدیدیت کے ماحول میں سیکولر دانشور کہا جاتا ہے، وہ سیکولرازم سے مراد معاشی، معاشرتی، تعلیمی نظام لیتے ہیں جس کی اساس سائنس پر استوار ہو اور جس میں ریاستی امور کی حد تک مذہب کی گنجائش نہ ہو۔ جبکہ سیکولرازم کی اصل تعریف یہ ہے کہ "انسانی زندگی کے اجتماعی امور یعنی سیاست، معیشت اور معاشرت سے مذہب کو یکسر خارج کر دیا جائے۔" انسانی تاریخ گواہ ہے کہ یہ وہ بنیادی غلطی ہے جو دین کے دائرے میں کی گئی، کیونکہ انسانیت کو حیاتِ انسانی کے ان اجتماعی گوشوں میں اللہ کی رہنمائی کی شدید ضرورت تھی اور اس عالم کی بساط لپیٹے جانے تک رہے گی۔ ان اہم ترین گوشوں میں اللہ کی عطا کی ہوئی رہنمائی اور ہدایات کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ سرے سے ہے ہی نہیں جس کو اختیار کر کے انسان ان معاملات میں افراط و تفریط کے دھکوں سے بچ سکے۔

علمِ ناقص کے کینوس کو پھیلایا جائے تو ہمارے کچھ دانشور یہ دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں کہ قرآن حکیم میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ اسلام ایک ضابطہ حیات ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ان حضرات کو مطالعہ قرآن حکیم کے دوران یہ نظر نہیں آیا کہ اس میں معاشرتی زندگی کے متعلق احکامات دیے گئے ہیں، سیاسی زندگی کے اصول و مبادی بتائے گئے ہیں، معاشی و اقتصادی تعلیمات واضح طور پر موجود ہیں، نجی اور خانگی زندگی کے اصول بیان ہوئے ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟ ان آیاتِ بینات کی موجودگی کے باوجود بھی اسلام ایک ضابطہ حیات نہیں ہے؟ مزید یہ کہ قرآن رسول کریم ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ کا تذکرہ ہے۔ کیا رسول کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ جامع الصفات ہونے کے ناتے زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی نہیں کرتی؟ قرآن حکیم میں اسلام کے لیے مذہب نہیں دین کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے اور دراصل دین وہی ہوتا ہے جس میں زندگی کے تمام گوشوں کے حوالے سے جامع رہنمائی موجود ہو۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قرآن میں اسلامی ریاست کا کوئی ڈھانچہ موجود نہیں ہے۔ حالانکہ سورۃ الحج کی آیت 41 کا مطالعہ کریں تو یہ صورتِ حال واضح ہو جائے گی۔ فرمانِ الٰہی ہے:

"(اللہ کے دین کی مدد کرنے والے) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں، بھلے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور سب کاموں کا انجام تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں اسلامی حکومت کے نصب العین اور حکمرانوں کی اساسی ذمہ داریوں کو صاف طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اسلامی حکومت کس طرزِ زندگی کا نام ہے! پولیٹکل سائنس کا ایک مبتدی طالب علم بھی یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ حکومت کے بغیر ریاست کا تصور ممکن ہی نہیں ہے اور ریاست کے بغیر حکومت بے بنیاد ہے۔ اس طرح حکومت اور ریاست ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "دنیا کی پوری زمین میرے لیے مسجد بنادی گئی ہے۔" (ترمذی) چنانچہ دنیا کے تمام علاقوں اور حصوں سے اسلام کا گہرا ربط و تعلق ہے۔ اسلام نہ شرقی ہے نہ غربی بلکہ یہ صحیح معنی میں ایک عالمگیر و آفاقی نظامِ زندگی ہے۔ رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے صرف رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ سیکولرازم سے اسلام کا بنیادی اور جوہری اختلاف اس کے اس دعوے کے باعث ہے کہ سیکولرازم مذہب سے کسی نوع تعلق، اللہ کی طرف سے رہنمائی اور مطلق اخلاقی اقدار کے بغیر انسانی مسائل سے بحث کرتا ہے۔ یہ نظریہ اسلامی فکر و فلسفہ کے قطعی برعکس ہے اور اس میدان میں اسلام اور سیکولرازم میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے۔

ڈاکٹر شاہد فریاد اپنی تصنیف "سیکولرازم" میں لکھتے ہیں: "اسلام اپنے ماننے والوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مذہب کو صرف نجی زندگی تک محدود رکھیں۔ دین اسلام ایسا مذہب ہے جس سے دین و دنیا کے ہر چھوٹے بڑے معاملے سے متعلق ہدایات ملتی ہیں، انہی وجوہات کی بنا پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام اور سیکولرازم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ کیونکہ سیکولرازم کے علمبردار یا تو مذہب کا بالکل انکار کرتے ہیں یا مذہب کو چند عبادات اور رسومات کا مجموعہ قرار دیتے ہیں۔ جبکہ دین اسلام اپنے ماننے والوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مذہب کو اجتماعی معاملات سے لاتعلق کر کے صرف پوجا پاٹ تک محدود رکھیں۔"

ایک تجویز بڑے زور و شور سے یہ سامنے آرہی ہے کہ جدید تقاضوں کے پیش نظر اسلام کی از سر نو جامع تشریح سامنے لائی جائے تاکہ موجودہ حالات میں سب سوالوں کا تسلی بخش جواب اور انسانی زندگی کی جملہ الجھنوں کا کوئی پائیدار اور مثبت حل نکل سکے۔ اس سے امتِ مسلمہ کے اندر جو داخلی الجھنیں پائی جاتی ہیں وہ بھی دور ہوں گی اور مغرب کی اسلام سے متعلق غلط فہمی بھی دور کرنے میں مدد ملے گی۔ بلاشبہ یہ بہت ضروری ہے، بدلتے حالات میں اسلامی قانون کی تشریح ہونی چاہئے۔ لیکن یہاں بھی وہی مشکل ہے کہ ڈیڑھ ہزار سال کی تاریخ میں ہمارا کہیں اتفاق نہیں ہو سکا تو آئندہ اس کا امکان کیا ہے؟ متفقہ تشریح تو تب سامنے آئے گی جب سب مسلمان اس پر اتفاق کریں۔ مغرب کی اپنی ترجیحات ہیں اس کا اپنا ایجنڈا ہے ہماری وضاحتوں سے وہ اپنا راستہ تبدیل نہیں کرے گا۔ مغلوبیت میں کوئی فلسفہ اور کوئی نظام کیسے پنپ سکتا ہے؟ اس عالمگیریت کے دور میں ایک ہی عالمی تہذیب سب پر محیط ہے۔ دنیا میں کون سا فلسفہ، کون سا نظام، اور کون سی تہذیب ہے جس کو اس نے متاثر نہیں کیا۔ اور مزید متاثر نہیں کرتی جارہی ہے؟ جس میں ایک مغرب ہی ہے جس کی تاریخ ایک عالمی تاریخ بنی ہوئی ہے۔ باقی تمام دنیا مجبور تماشائی ہے۔

امت مسلمہ کی بقا و ترقی کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے تاریخ کے بہاؤ کو اپنے حق میں موڑ لینا۔ اگر امت مسلمہ اس کی قدرت نہیں رکھتی ہے تو اس کے لیے زندگی کا مژدہ ہے ورنہ نہیں۔ اس کے علاوہ باقی سب ٹونے ٹوٹکے ہیں اصل علاج نہیں!

حقیقت یہ ہے کہ سیکولر نظریہ حیات انسانی کے چند گوشوں کی نمائندگی کرتا ہے تو اسلام انسانی زندگی کے تمام گوشوں اور تمام پہلوؤں کی فوز و فلاح کا علمبردار ہے۔ چنانچہ صرف اسلام ہی واحد اور منفرد دین اور مکمل ضابطہ حیات تسلیم کیا گیا ہے جس میں بنی نوع انساں کے لیے دنیا اور آخرت کا بھرپور اور نفع بخش رہنمائی موجود ہے۔ چنانچہ امت مسلمہ کے لیے یہ انتہائی ضروری ہے کہ وہ اپنی روایات کو دانتوں سے پکڑ کر رکھیں اور قرآن سنت کو اپنے زندگی کے معمولات کا جزلاینفک بنائیں۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔" (صحیح مسلم)

اے غافل انسان

زوجہ عماد الدین قدوائی

اس کائنات میں کوئی بھی شے بے مقصد نہیں ہے۔ جب کوئی سائنسدان کوئی شے ایجاد کرتا ہے تو اس کا بھی کوئی مقصد ہوتا ہے، چاہے وہ ہاتھ میں پکڑا ہوا چھوٹا سا قلم ہو یا ہواؤں میں اڑنے والا ہوائی جہاز اور موبائل فون جیسی شے جس نے تو گویا Finger Tip پر سب کچھ لا کر رکھ دیا ہے۔ پھر ہم کیسے سوچ سکتے ہیں کہ انسان کی تخلیق بے مقصد ہے، دنیا کی زندگی بے معنی اور موت بے مقصد ہے؟ دراصل آج کا انسان ان سوالات کے جوابات دینے سے اس لیے قاصر ہے کہ اللہ نے دلوں کے اندر 'وھن' ڈال دیا ہے۔ 'وھن' کیا ہے؟ یہ دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کا نام ہے اور یہ 'وھن' کی بیماری بھی بے مقصد نہیں ہے۔ جب انسان اپنی قدر و منزلت سے غافل ہوا تو اللہ نے اسے سزا کے طور پر وہن کی بیماری میں مبتلا کر دیا۔ اس نے اپنی قدر جاننے کی کوشش نہیں کی۔ دنیا میں کتنی ہی مخلوقات ہیں جن میں سے کئی ہمارے علم میں ہیں اور کتنی ہی مخلوقات ایسی ہیں جن سے ہم لا علم ہیں۔ ان تمام مخلوقات میں سے انسان کو ہی اشرف المخلوقات بنایا۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس میں روحِ ربانی پھونکی گئی ہے، جس کی بنیاد پر وہ مسجودِ ملائک قرار پایا۔ از روئے قرآنی:

"فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهُ سٰجِدِيْنَ۔

اور جب میں اسے پوری طرح بنالوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو گر پڑنا اس کے سامنے سجدہ میں" (الحجر: 29)

جو اصحابِ دانش و بینش اپنے اشرف المخلوق ہونے کا راز جان گئے وہ یہ بھی جان گئے کہ از روئے الفاظ قرآنی:

"رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے ہمارے رب تو نے یہ سب بے مقصد نہیں بنایا' تو پاک ہے' پس بچا لے ہمیں آگ کے عذاب سے" (سورۃ آلِ عمران: 191)

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔

اور نہیں پیدا کیا میں نے انسانوں اور جنوں کو سوائے اس کے کہ وہ میری عبادت کریں" (سورۃ الذٰریٰت: 56)

مندرجہ بالا حقائق جان لینے کے بعد دنیا سے نفرت اور موت سے محبت پیدا ہو گئی۔ جیسا کہ فرمایا الصادق المصدوق حضرت محمد ﷺ نے:

الدنیا سجن المومن و جنة الکافر۔

دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔ جس نے اس حدیث پر یقین کیا اس کی نظر میں آخرت کی فکر مقدم اور دنیا مؤخر ہو گئی۔

غفلت کی وجہ:

آج کے اس مادہ پرستی کے دور میں انسانوں کی عظیم اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ جب دل کی دھڑکن بند ہو جاتی ہے تو انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ سائنسی اعتبار سے یہ حقیقت ہے کہ جب دل دھڑکنا بند ہو جاتا ہے تو باقی جسمانی اعضاء بھی کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن اگر ہم غور کریں کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدمؑ کا جسد خاکی بنایا تھا تو کامل اعضا کے ساتھ بنایا لیکن وہ جسمانی اعضا اس وقت تک حرکت میں نہ آئے جب تک اس میں روح نہ ڈالی گئی اور جیسے ہی جسم خاکی کے ساتھ روح کا ملاپ ہوا انسان کی تخلیق عمل میں آگئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب روح جسم کا ساتھ چھوڑتی ہے تو محض میت بن کر رہ جاتی ہے۔ انسان تو جسم کے ایک نہ نظر آنے والے خلیے کو بھی حرکت میں لانے کے قابل نہیں ہے اور تکبر کرتا ہے اپنے حیوانی وجود پر۔ اس کی وجہ یہ سمجھ میں آئی کہ جو شے سامنے موجود ہے، وہ Proved ہے، تمام توجہ اسی پر ہے اور جو حقیقت نظروں سے اوجھل ہے اس سے غفلت ہے۔ اسی لیے روح کے مقابلے میں جسم پر ہی توجہ مرکوز ہے اور اسی پر ہی تحقیقات جاری ہیں حالانکہ وہ سب اپنی جگہ درست حقائق ہیں لیکن روح کے بارے میں کوئی نہ جان سکا۔ اس مادی وجود پر ہی توجہ رکھنے کے باعث انسان اپنی اصل سے غافل ہو گیا۔

تعریفِ انسان:

ہزاروں سالوں سے یہ معمہ حل ہی نہیں ہو سکا کہ اصل میں انسان ہے کیا؟ کسی نے کہا زمین پر پائی جانے والی وہ مخلوق ہے جو دو ٹانگوں والی سیدھی قامت ہے اور دماغ رکھتی ہے۔ کسی نے کہا 'حیوانِ ناطق'، تو کسی نے کہا 'سیاسی حیوان'، تو کسی نے 'معاشی حیوان'، کسی نے Evolutionary Ape (ارتقائی گوریلا) قرار دیا۔ چاہے وہ سقراط ہو، بقراط ہو، ارسطو ہو، مارکس ہو یا ڈارون ہو وغیرہ۔ جبکہ جدید معلومات کے تحت ہم یہ جان چکے ہیں کہ انسان کی شخصیت کے دو پہلو ہیں، نمبر ۱۔ اس کا روحانی وجود اور نمبر ۲۔ حیوانی وجود۔ انسان کی شخصیت روح اور جسم کے ملاپ کی وجہ سے وجود میں آئی ہے اور اس کے ملاپ کی جگہ قلب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بچہ رحم مادر میں بننے کے مراحل میں ہوتا ہے تو فرشتے اللہ کے حکم سے آتے ہیں اور روح ربانی کی وجہ سے دھڑکن کا ظہور ہو جاتا ہے اور احساس زندگی جاگ اٹھتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:

تم میں سے ہر ایک کی تخلیق یوں ہوتی ہے کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس ایام تک نطفہ کی صورت میں، اس کے بعد اتنے ہی روز تک علقہ کی صورت میں اور اس کے بعد اتنے ہی روز گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں رہتا ہے۔ بعد ازاں اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے، پس وہ اس میں روح پھونکتا ہے" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حقیقت انسان:- (روحانی وجود)

انسان دو چیزوں کا مرکب ہے، ایک روح اور دوسرا جسم، چونکہ اسلام دین فطرت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو فطرت پر پیدا کیا ہے۔ سورۃ الروم آیت 35 میں ارشاد ربانی ہے:

"فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا"۔

"یہ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت ہے جس پر اللہ نے انسانوں کو بنایا ہے"

حدیث نبوی ﷺ ہے کہ:

’’ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، یہ اس کے والدین ہیں جو اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں‘‘(متفق علیہ)

فطرت کا تعلق روح سے ہے۔ فطرت ان اقدار کا نام ہے جو انسان میں بالقوہ موجود ہوتی ہیں، کسی کو سکھانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثلاً توحید، حیا، اچھائی اور برائی کی پہچان، اللہ کی فرمانبرداری وغیرہ۔ یہ سب فطرت انسانی میں موجود ہیں۔

’’فالھمھا فجورھا و تقوٰھا‘‘

پھر اللہ نے الہام کر دی اس پر بدی اور پرہیز گاری‘‘(سورۃ الشمس:8)

فطرت کا تعلق چونکہ روح سے ہے اور یہ صرف انسانوں کو ہی عطا کی گئی ہے۔ روح اوپر اعلیٰ مقام سے آئی ہے لہٰذا انسان کو بھی اپنی بدولت اعلیٰ مقام دلانا چاہتی ہے، بشرطیکہ فطرت میں کوئی بگاڑ نہ آئے۔ یہ اتنی عظیم نعمت ہے کہ اگر کسی کو اس کا اندازہ ہو جائے کہ اللہ نے اس کو دنیا میں کس مقام پر فائز کیا ہے اور آخرت میں کیا مقام دینا چاہتا ہے تو کبھی بھی اللہ کی نافرمانی نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو انسان کو اس کی بہترین ساخت پر ہی پیدا فرمایا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

’’لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم‘‘۔

یقیناً ہم نے انسان کی بہترین ساخت پر بنایا ہے‘‘(سورۃ التین:5)

یہ ہے روحانی اعتبار سے انسان کا مقام و مرتبہ، جس کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات ہے اور جس کو فرشتوں نے سجدہ کیا۔

حیوانی وجود:

دوسری طرف انسان کا حیوانی وجود ہے جس کا تعلق جبلت (Animal Instincts) سے ہے۔ جس طرح فطرت اللہ کی طرف سے ہے، اسی طرح جبلت بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ جبلت ان افعال کو کہا جاتا ہے جس کے اظہار سے انسان کی خود شعوری کی پہچان ہوتی ہے۔ مثلاً غذا حاصل کرنے کے لیے جدوجہد، خوف کا احساس، گھر بار بنانے کا احساس، حفاظت کرنا اور اپنی نسل آگے بڑھانا وغیرہ، یہ سب جبلی تقاضے ہیں۔ اور یہ انسان اور حیوان میں قدر مشترک ہے۔ لیکن انسانی وجود میں فطرت اللہ اور جبلت کے دونوں جوہر موجود ہیں۔ جب ہی تو وہ مسجود ملائک قرار پایا ہے۔ اگر انسان اپنی فطرت کو فراموش کر کے صرف جبلت کے تقاضوں کے تحت زندگی گزارتا ہے تو وہ گویا جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اور پستی کی طرف چلا جاتا ہے جبکہ روح کی بدولت اللہ نے انسان کو بلندی عطا فرمائی ہے۔ حبِّ دنیا انسان کو شرف انسانیت سے گرا دیتی ہے۔

ارشادِ ربانی ہے کہ:

’’وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ‘‘

’’مگر وہ تو زمین کی طرف دھنستا چلا گیا‘‘۔ (الاعراف:176)

انسانی عادات:

ایک طرف تو انسان کا روحانی وجود ہے اور دوسری طرف انسان کا حیوانی وجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہر تخلیق با مقصد ہے۔ فطرت اور جبلت میں سے کوئی بھی چیز بری نہیں، مقصد سے ہٹنا ہی نقصان کا سبب ہے۔ کیونکہ جو چیز جس مقصد کے لیے بنی ہے اسی کے لیے کام کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فطرت اور جبلت کے ملاپ میں ہی خیر رکھی ہے جس کے ملاپ سے انسان وجود میں آیا۔ اصل مسئلہ انہیں دونوں کو درست سمت میں لے کر جانا ہے۔ انسانی عادات فطرت اور جبلت کے درمیان میں آتی ہیں۔ اگر انسان کے جسم پر روحانی وجود یا فطرت کی حکمرانی ہو گی تو انسانی عبادات اسی کے مطابق ڈھلیں گی اور اگر حکمرانی حیوانی وجود کی ہو گی تو بلاشبہ اس کا عکس انسان کی عادات پر پڑے گا۔

ایک اور بات جس کا سمجھنا انتہائی ضروری ہے وہ یہ کہ فطرت (روحانی وجود) اور جبلت (حیوانی وجود) یہ اللہ کی طرف سے اپنے اپنے حصے کا کام کرتے ہیں، ان پر انسان کا اختیار نہیں، البتہ عادات کا اختیار انسان کے ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمام راستے کھول کر بتا دیے، اب انسان کے پاس اختیار ہے کہ وہ اپنے لیے کون سا راستہ پسند کرتا ہے، جس پر غور و فکر اور محنت کر کے انسان اپنے آپ کو پہچان سکتا ہے اور جب وہ اپنے آپ کو پہچان لیتا ہے تو اللہ کو بھی پہچان لیتا ہے۔ لیکن اگر ہم یہ بھول گئے کہ ہم کون ہیں؟ ہماری شناخت کیا ہے؟ ہم کہاں سے آئے ہیں؟ کس لیے آئے ہیں؟ اور کہاں لوٹ کر واپس جانا ہے؟ تو ان تمام سوالات کا جواب ہے کہ ہم نے اللہ کو بھلا دیا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

"وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ"

"اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ان کا اپنا آپ بھلا دیا' یہی لوگ فاسق ہیں (نافرمان ہیں)" (سورۃ الحشر 19)

عادات کا جبلت کے مطابق ڈھل جانا اور اس کا نتیجہ:

آگے بڑھنے سے پہلے ایک بات کا مزید تذکرہ ہونا ضروری ہے اور وہ انسانی نفس ہے۔ قرآن کریم میں نفس کا لفظ تین مختلف معنوں میں آیا ہے۔

نمبر ا۔ وجود انسانی___ انسان کی شخصیت، تمام اجزائے ترکیبی یعنی Total Personality۔

نمبر ۲۔ وجود باری تعالیٰ___ نفس کا لفظ اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔

نمبر ۳۔ جان/روح کے لیے بھی نفس کا لفظ آیا ہے "اخرجوا انفسکم" "کل نفس ذائقۃ الموت" "ونفس وما سوٰھا"

کیفیات:

قرآن کریم میں نفس کے تین (Levels) کا تذکرہ ہے۔

1) نفس امارہ: (برائی کی طرف اکسانے والا نفس)

"ان النفس لامارۃ بالسوء"

''بیشک نفس تو برائی پر ہی اکساتا ہے''۔(سورۃ یوسف:56)

2) نفس لوّامہ:(ضمیر):ولا أقسم بالنفس اللوامہ،

''نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی''(سورۃ القیامہ ۲) جو برائی کرنے پر بے چینی پیدا کرتا ہے اور اندر ہی اندر کچوکے دیتا ہے۔

3) نفس مطمئنّہ:(نیکی پر مطمئن کرنے والا نفس)

''یا ایتھا النفس المطمئنّہ ارجعی الیٰ ربك راضیة مرضیة

'' اے مطمئن نفس! لوٹ جا اپنے رب کی طرف 'تو اس سے راضی' وہ تجھ سے راضی'' (سورۃ الفجر 27-28)

ہم بات کر رہے تھے عادات کو جبلت کے مطابق ڈھالنے کی، ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے پاس دنیا کی عظیم ترین نعمت قرآن پاک موجود ہے اور بد قسمتی یہ ہے کہ ہماراا یک دشمن ہے جو ازل سے ہے اور قیامت تک رہے گا۔یعنی شیطان/ابلیس۔قرآن بھی عادتوں پر کام کرتا ہے اور شیطان بھی عادتوں پر کام کرتا ہے۔جب عادتیں شیطان کے تابع ہو جاتی ہیں تو انسان کا حیوانی وجود/جبلت،اس کی شخصیت پر غالب آجاتی ہے اور انسان پستی میں گر جاتا ہے۔

شر کو تقویت پہنچانے والی قوتیں:

شر کو تقویت پہنچانے والی 2 قوتیں ہیں، نمبر 1۔باطنی قوت نمبر 2۔خارجی قوت

1) باطنی قوت__Invisible ہوتی ہے اور اس سے مراد شیاطین جن ہیں۔''شیطان مزین کر دیتا ہے ان کے اعمال''

(مفہوم آیت، سورۃ العنکبوت:38)

2) خارجی قوت__Visible ہوتی ہیں اور ان میں وہ انسان شامل ہیں جو مختلف ذرائع استعمال کرتے ہوئے شر کی طرف بلاتے ہیں۔مثلاً علمائے سوء، یہودی، نظام باطل، نااہل حکمران وغیرہ۔غرضیکہ انسان کو اپنے دشمنوں کو پہچاننے کی اشد ضرورت ہے تاکہ وہ ان کے وار سے بچ سکے۔ایک دفعہ اگر عادتوں کی ڈور شیطان کے ہاتھ میں چلی جائے تو اس کے ہاتھ سے چھین لینا ناممکن ہو جاتا ہے اور پھر شیطان ہی ہے جو انسان میں مایوسی کے اندھیرے پیدا کر دیتا ہے کہ اب تو ہماری نجات ممکن ہی نہیں اور وہ ساری زندگی گندگی کی پوٹ بن کر رہ جاتا ہے اور اپنی عظمت بھول جاتا ہے''ثم رددنٰہ اسفل سافلین'' تک پہنچ جاتا ہے، جس کا نتیجہ آخرت کے خسارے Complete Loss کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

عادات کا فطرت کے مطابق ڈھلنا اور اس کا نتیجہ:

اس کے برعکس اگر عادتیں قرآن کے احکامات کے مطابق ڈھل جائیں اور فطرتِ انسانی پر غالب آجائیں تو انسان کی شخصیت ویسی ہی ہو جائے گی جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو مطلوب ہے۔جس طرح شر کو تقویت پہنچانے والی دو قوتیں ہیں، اسی طرح خیر کو تقویت پہنچانے والی بھی دو قوتیں ہیں۔

1) باطنی قوت__Invisible ہوتی ہیں، ان سے مراد ملائکہ ہیں،

"اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ۝۳۰

بیشک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ڈٹ گئے 'اترتے ہیں ان کے لیے فرشتے (یہ کہتے ہوئے) کہ خوف نہ کھاؤ اور نہ ہی غمگیں ہو اور بشارت دیتے ہیں اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے"، یعنی جن لوگوں نے اللہ کو اپنا رب تسلیم کر لیا اور پھر اس پر جم گئے، تو ان لوگوں کو جب بھی کوئی پریشانی آتی ہے تو اللہ رب العزت غیب سے (یعنی اپنے فرشتے بھیج کر) ان کی مدد فرماتے ہیں۔ یہ فرشتے نہ صرف جنت کی بشارت دیتے ہیں بلکہ خوف وحزن کے وقت ڈھارس بھی بندھاتے ہیں۔ جیساارشاد ربانی ہے:

"نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ"۔

"ہم تمہارے ساتھی ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی"۔

اس سے بڑھ کر ایک انسان کو اور کیا چاہیے کہ اس کے ساتھی فرشتے بن جائیں اور جب فرشتے کام سنبھال لیں تو سکون واطمینانِ قلب نصیب ہو جاتا ہے اور اس کیفیت کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اللہ کے قریب ہیں۔ اللھم ربنا اجعلنا منھم

2) خارجی قوت__Visible ہیں اور خیر کو تقویت پہنچانے میں معاون ومددگار ہوتی ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو خیر کی طرف بلاتے ہیں، جن میں سب سے اوپر انبیاء کرامؑ ہیں، پھر صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور اولیاءؒ اللہ، بزرگانِ دین اور داعی الی اللہ وغیرہ۔ آج کے دور میں صحبتِ صالحین سے جڑنے کی اشد ضرورت ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو انبیاءؑ، صحابہ کرامؓ اور اپنے اسلاف کی باتوں کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے کر آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ایسے لوگوں سے جڑنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حاصل کلام

حاصل کلام یہ ہے کہ آج کا غافل انسان اپنی قدر پہچانے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز اتنے واضح طور پر ہم تک ہمارے پیارے رسول ﷺ کے ذریعے سے پہنچا دی کہ مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فطرت، جبلت، عادت، قرآن اور شیطان، ان سب کے بارے میں کھول کھول کر بیان کر دیا، اب اختیار انسان کے ہاتھ میں ہے کہ وہ اپنے لیے کون سا راستہ پسند کرتا ہے۔ یا تو اپنی عادات کو شیطان کے راستے پر ڈھال کر، نفس امّارہ کی پیروی کر کے جانوروں یا اس سے بھی بدتر کی صف میں لا کر اپنے آپ کو کھڑا کر لے، جس کا مقدر پستی یعنی آگ ہے۔ یا پھر اپنی عادات کو قرآن جیسے عظیم کلام کے ذریعے سے سنوارے اور 'نفس مطمئنہ' کا مصداق ہو جائے اور اپنے آپ کو اشرف المخلوقات کی صف میں لا کھڑا کرے، جس کا مقدر جنت کے وہ عظیم بالا خانے اور وہ نعمتیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ ہی کسی کے دل میں اس کا خیال تک گزرا۔

آداب حملة القرآن

خادمین قرآن کے آداب

وینبغی للمعلم أن یتخلق بالمحاسن التی ورد الشرع بها، والخصال الحمیدۃ، والشیم المرضیۃ، التی أرشدہ اللہ إلیها من الزهادۃ فی الدنیا،

علم دین کے معلمین اور استاذوں کیلئے مناسب ہے کہ وہ ان اخلاق سے متصف ہوں جو شریعت میں آئے ہیں یعنی معلم بہترین اخلاق اور پسندیدہ عادات والا ہو، دنیا سے رغبت نہ ہو اور نہ دنیا کی اس کو پرواہو۔

والسخاء والجود ومکارم الأخلاق، وطلاقۃ الوجه من غیر خروج إلی حد الخلاعۃ والحلم، والصبر، والتنزہ عن دنیء المکاسب وملازمۃ الورع، والخشوع والسکینۃ، والوقار والتواضع، والخضوع، واجتناب الضحك والإکثار من المزاح، وملازمۃ الوظائف الشرعیۃ کالتنظیف بإزالۃ الأوساخ والشعور التی ورد الشرع بإزالتها: کقص الشارب، وتقلیم الظفر، وتسریح اللحیۃ، وإزالۃ الروائح الکریهۃ، والملابس المکروهۃ۔

طبیعت میں سخاوت ہو، چہرہ پر بشاشت اور طمانیت ہو اور برے اخلاق سے نفرت ہو اور ذلیل طرق پر روزی حاصل کرنے سے بچتا ہو، صابر اور بردباری ہو، شبہ تک سے پرہیز کرتا ہو، متواضع اور منکسر مزاج ہو، وقار اور سکون قلب رکھتا ہو، ہنسی و مذاق اس حد تک کرتا ہو جس کی اجازت حدیث سے ثابت ہوتی ہے، ہنسنے میں زیادتی نہ ہو، معمولات اور وظائف شرعی کا پابند ہو، پاک وصاف رہتا ہو، ناخن بڑھے نہ ہوں اور جن بالوں کو شریعت نے مونڈنے اور دور کرنے کا حکم دیا ہے اس دور کرتا ہو مونچھوں کو کترواتا ہو اور داڑھی کو بڑھاتا ہو، اوچھے یعنی ایسے لباس جو مکروہ ہوں یا ان سے بدبو آتی ہو اس کو استعمال نہ کرتا ہو۔

ولیحذر کل الحذر من الحسد، والریاء، والعجب، واحتقار غیرہ، وإن کان دونه، وینبغی أن یستعمل الأحادیث الواردۃ فی التسبیح والتهلیل، ونحوهما من الأذکار والدعوات، وأن یراقب اللہ تعالی فی سرہ وعلانیته، ویحافظ علی ذلك، وأن یکون تعویله فی جمیع أمورہ علی اللہ تعالی

اور پوری طرح حسد اور ریاکاری سے بچتا ہو، غرور اور گھمنڈ نہ ہو، اور دوسروں کی ذلت نہ کرتا ہو یعنی بری طرح یاد نہ کرتا ہوا اگرچہ وہ ان سے کم درجہ کا ہو، اور جن احادیث میں تسبیح و تقدس اور ذکر و اذکار وارد ہوئے ہیں ان پر عمل پیرا ہو اور اللہ تعالی کی جانب ظاہر اور باطن سے متوجہ ہو اور ہر کاموں میں ان ہی کی طرف توجہ کرتا ہو۔

(التبیان فی آداب حملۃ القرآن، الباب فی ادب القرآن، فصل فی استحباب طلب القراءۃ الطیبہ من حسن الصوت، ص:37)

سنہرے بول

- دین، عقل، صحت، سمع وبصر اور اولاد جیسی نعمتوں پر رب کا شکر ادا کریں۔
- قرآن کے ساتھ زندگی گزارو، اس کے حفظ، سماع وتدبر اور تلاوت میں لگے رہو، حزن وملال کو دور کرنے والا وہ سب سے بڑا مجرب نسخہ ہے۔
- اللہ پر توکل کرو، معاملہ اس کے سپرد کر کے اس کے حکم پر راضی رہو، بس اس پر اعتماد ہو کہ وہی تم کافی ہے۔
- جو تم پر ظلم کرے اس سے درگزر کرو جو تم کو کاٹے اس سے جڑو، جو محروم کرے اس کو دو، جو برائی کرے اس سے بردباری برتو، تم کو خوشی اور امن ملے گا۔

انجمن خدّام القرآن سندھ کراچی کے تحت
تدریسی سرگرمیاں

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں خواتین کے لیے قرآن مجید کی آخری منزل کے مطالعہ پر مبنی کورس بعد از رمضان شروع ہوگا ان شاءاللہ۔ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں تدریس الحمدللہ جاری ہے۔ شعبہ بنین وبنات میں آن لائن کلاسز بھی جاری ہیں۔ دوران ماہ مسجد میں ایک تقریب نکاح منعقد ہوئی۔ رمضان المبارک میں اعتکاف کا اہتمام کیا گیا۔ 170 معتکفین نے اعتکاف مسنونہ کی سعادت حاصل کی۔ ماہِ رمضان المبارک میں دورہ ترجمہ قرآن کا پروگرام منعقد کیا گیا جس میں مدرس کی ذمہ داری جناب عامر خان صاحب نے انجام دی۔ اِس پروگرام میں اوسطاً 750 حضرات وخواتین شریک ہوتے رہے جبکہ آخری عشرے میں یہ تعداد 1500 حضرات و خواتین تک پہنچتی رہی۔ نمازِ عیدالفطر کے موقع پر ’’عادلانہ شریعت یا ظالمانہ جاہلیت‘‘ کے موضوع پر صدر انجمن خدّام القرآن سندھ جناب انجینئر نعمان اختر صاحب نے گفتگو فرمائی۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں الحمدللہ نماز تراویح کے ساتھ دورہ ترجمہ قرآن کا انعقاد ہوا تقریباً 400 حضرات وخواتین اس پروگرام میں شریک رہے۔ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں 46 معتکفین نے اعتکاف کی سعادت حاصل کی۔ رمضان المبارک میں آن لائن کورسز کا انعقاد ہوا جس میں ’’ترجمہ قرآن مع ترکیب‘‘ میں تدریس کی ذمہ داری استاذ اسامہ شبیر صاحب نے، ’’سیرت صحابہؓ‘‘ میں تدریس کی ذمہ داری استاذ سید محمد طلحٰہ صاحب نے، ’’عربی گرامر برائے قرآن فہمی‘‘ میں تدریس کی ذمہ داری استاذ غضنفر عمر صدیقی صاحب نے، ’’سیرت النبی ﷺ‘‘ میں تدریس کی ذمہ داری استاذ سید محمد مصطفٰی صاحب جبکہ ’’Islamic Day Camp‘‘ میں تدریس کی ذمہ داری استاذ احمد علی صاحب نے ادا کی۔ الحمدللہ مسجد جامع القرآن میں نماز جمعہ وعیدالفطر کے اجتماعات بھی منعقد ہوئے۔ مدرسہ میں تراویح کی پانچ جماعتوں کا اہتمام کیا گیا جس میں مدرسہ کے حافظ طلبہ نے تراویح پڑھائی۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

قرآن اکیڈمی کورنگی میں رجوع الی القرآن کورس 23-2022 کی تشہیر اور داخلوں کا سلسلہ الحمدللہ جاری ہے۔ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ میں تدریس الحمدللہ جاری ہے۔ تنظیم اسلامی کورنگی شرقی اور قرآن اکیڈمی کورنگی کے تحت زمان ٹاؤن میں واقع ملن بینکوئیٹ میں نماز تراویح کے ساتھ دورہ ترجمہ قرآن کی محفل منعقد ہوئی۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر میں الحمدللہ رمضان المبارک میں انجمن خدّام القرآن کے تحت جاری آن لائن کورسز کی تکمیل ہوئی۔ مسجد جامع القرآن قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر میں نماز تراویح کے ساتھ خلاصہ مضامین قرآن کے پروگرام کا انعقاد ہوا۔ بعد نماز فجر درس حدیث کا اہتمام ہوا۔ خطاب جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب حاصل کررہے ہیں۔ مقامی تنظیم کے تحت ''رمضان کے بعد زندگی کیسے گزاریں'' کے موضوع پر خطاب ہوا۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد حیدرآباد میں الحمدللہ مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ وناظرہ کے تحت ظہر تا عصر بچوں کے لیے قاعدہ وناظرہ کا سلسلہ جاری ہے۔ رجوع الی القرآن کورس کی تکمیل کرنے والے دو طلبہ نے آن لائن فہم دین کورس میں تدریس کی ذمہ داری ادا کی۔ جناب سیف الرحمٰن صاحب نے پہلی مرتبہ سندھی زبان میں عربی گرامر کی تدریس کی جبکہ سید طٰحٰہ علی صاحب نے علم و عمل برائے اطفال میں تدریس کی۔ حیدرآباد میں چار مقامات پر دورہ ترجمہ قرآن کا انعقاد ہوا۔

قرآن مرکز لانڈھی

قرآن مرکز لانڈھی میں مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ، ناظرہ و قاعدہ میں تدریس باقاعدگی سے جاری ہے۔ حفاظ طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے دستار بندی کی تقریب منعقد ہوئی جس کے مہمان خصوصی صدر انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی جناب انجینئر نعمان اختر صاحب تھے۔ ہفتہ وار درس قرآن کا انعقاد جاری ہے۔ ماہانہ درس بعنوان ''استقبال رمضان'' منعقد ہوا۔ مدرسہ میں تراویح کی دو جماعتوں کا اہتمام کیا گیا جس میں مدرسہ کے حافظ طلبہ نے تراویح پڑھائی۔ قرآن مرکز میں تراویح کے ساتھ دورہ ترجمہ قرآن کا اہتمام کیا گیا۔ مدیر ڈیفنس اکیڈمی شارق عبداللہ علوی صاحب نے مدرس کی ذمہ داری ادا کی۔ اوسطاً 200 حضرات وخواتین کی شرکت رہی۔

کوئی شے بے شعوری نہیں

علم نور بھی ہے اور قوت بھی، شعور بھی ہے اور قدرت بھی۔ جمادات سے لے کر انسان تک موجودات کے جو طبقات ہمارے سامنے ہیں ان میں ادنیٰ اور اعلیٰ کا معیار سوا شعور کے اور کچھ نہیں۔ اکثر حکما و صوفیہ کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ جمادات بھی مطلقاً بے شعور نہیں مگر ان کے شعور کا انداز اتنا مختلف ہے کہ ہم اس کو سمجھ نہیں سکتے۔ یہ وہی بات ہے جو قرآن کریم نے کہی کہ سموات و ارض میں ہر شے خدا کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم اس تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ یہ تسبیح یا شعور کچھ بھی ہو بہر حال ایک قسم کی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے۔

حکمت رومی از خلیفہ عبدالحکیم

داعی قرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا جاری کردہ رجوع الی القرآن کورس (سال اول و دوم)

شعبۂ مطبوعات

کے تحت درج ذیل کتب طبع کی گئیں

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ (یومیہ تعلیمی کارکردگی)

مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب (جلد اول)

تزکیہ نفس

ترجمہ برائے تدریس قرآن حکیم (جلد ہفتم)

شعبۂ سمع و بصر

قرآن فورَم:

قرآن فورَم کے عنوان سے جاری ٹاک شو میٹرو وَن نیوز چینل پر ہر جمعہ دوپہر 1 بجے نشر ہوتا ہے۔اس کے علاوہ قرآن اکیڈمی کے آفیشل فیس بک پیج اور یوٹیوب چینل پر بھی ہر ہفتہ رات 8 بجے باقاعدگی سے اپ لوڈ کیا جاتا ہے۔ماہِ اپریل 2022ء میں درجِ ذیل موضوعات پر پروگرام ریکارڈ کیے گئے:

نجویٰ کی حقیقت (سورۃ المجادلہ: 9-10، 12-13)

اللہ اور رسول ﷺ کی پکار (سورۃ الانفال: 24-25)

مطالباتِ قرآن:

قرآن حکیم کے منتخب نصاب پر مبنی "مطالباتِ قرآن" کے عنوان سے **Qtv** کے لیے قرآن اسٹوڈیو میں نگرانِ انجمن کی 35-35 منٹ پر مشتمل ویڈیو ریکارڈنگز کے سلسلہ کا آغاز کیا گیا ہے۔ان شاءاللہ **Qtv** پر ہفتہ میں اس سلسلہ کے دو پروگرام نشر ہوا کریں گے۔اب تک اس سلسلہ کے 4 پروگرام ریکارڈ ہو چکے ہیں۔

دورۂ ترجمۂ قرآن (نگرانِ انجمن):

Qtv پر رمضان المبارک کے دوران روزانہ رات 9:30 تا 12:00 بجے نگرانِ انجمن جناب شجاع الدین شیخ صاحب کا دورۂ ترجمۂ قرآن براہِ راست ہوا جس میں شعبۂ ملٹی میڈیا کی جانب سے قرآنی آیات اور آیات سے متعلقہ اہم نکات اسکرین پر دکھانے کا اہتمام کیا گیا۔

دورۂ ترجمۂ قرآن (صدرِ انجمن):

دی وینیو بینکوئٹ گلستانِ جوہر سے صدرِ انجمن انجینئر نعمان اختر صاحب کے دورۂ ترجمۂ قرآن کو انجمن کی ویب سائٹ (**live.QuranAcademy.com**)، انجمن اور تمام ذیلی اداروں کے سوشل میڈیا چینلز پر روزانہ رات بعد نمازِ عشاء براہِ راست دکھانے کا اہتمام کیا گیا۔اِس دورۂ ترجمہ قرآن کی مکمل ویڈیوز قرآن چینل کے یوٹیوب اور فیس بک پیج پر دستیاب ہیں۔

خطباتِ جمعہ:

ماہِ اپریل 2022ء میں جامع مسجد شادمان میں درجِ ذیل موضوعات پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگز مرکز ارسال کی گئیں:

ماہِ رمضان۔نیکیوں کا موسمِ بہار

روزہ۔ذریعہ و مظہر بندگی

تحفہ رمضان۔قرآن۔اور کرنے کا کام

انفرادی و اجتماعی ذمہ داریاں

انفرادی و اجتماعی توبہ اور مسلمانانِ پاکستان کی ذمہ داری

متفرق ویڈیو پیغامات:

رمضان المبارک کے دوران امیر محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب کے درجِ ذیل عنوانات پر مشتمل ویڈیو پیغامات ریکارڈ کر کے مرکز تنظیم اسلامی کو ارسال کیے گئے:

رمضان، قرآن اور پاکستان (27 رمضان)

تکمیلِ محافلِ قرآنی (29 رمضان)

روشنی (ریڈیو پاکستان):

ریڈیو پاکستان پر روشنی کے عنوان سے نشر ہونے والے پروگرام کے لیے امیرِ محترم جناب شجاع الدین شیخ صاحب کے 2 لیکچرز ریکارڈ کر کے ان کی آڈیو ریکارڈنگ ریڈیو پاکستان کو فراہم کی گئیں۔

راوی ٹی وی: *(Raavi TV)*

راوی ٹی وی پر ماہِ رمضان المبارک کے دوران درجِ ذیل پروگرام نشر ہوئے:

قرآن فورم (شجاع الدین شیخ صاحب و محمد نعمان صاحب)-روزانہ **03:00 A.M** بجے (سحری ٹرانسمیشن)

بیان الہدیٰ (انجینئر نعمان اختر صاحب)-روزانہ **04:00 A.M** بجے (سحری ٹرانسمیشن)

خلاصہ مضامینِ قرآن (شجاع الدین شیخ صاحب)-روزانہ **06:00 P.M** بجے (افطار ٹرانسمیشن)

اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم

اس قوم میں کوئی خیر وخوبی نہیں جس میں نصیحت کرنے والے نہ ہوں اور وہ قوم بھی خیر وخوبی سے تہی دست ہے جو نصیحت کرنے والوں سے محبت نہ کرے۔ (حضرت عمر بن خطابؓ)

دنیا تھوڑی سی لو تو آزادانہ بسر کر سکو گے۔ (حضرت عمر بن خطابؓ)

پیٹ بھر کر کھانے سے بچو کیونکہ یہ زندگی میں بھاری پن کا سبب ہے اور مرنے کے بعد گندگی اور بدبو ہے۔ (حضرت عمر بن خطابؓ)

دنیا ہر وہ کام ہے جس سے آخرت مقصود نہ ہو۔ (حضرت عثمانؓ)

زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہے۔ (حضرت عثمانؓ)

میں کسی ایک مسلمان کی ضرورت پوری کر دوں یہ مجھے زمین بھر سونا چاندی ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (حضرت علی المرتضیٰؓ)

جس میں عقل نہیں اسے ادب حاصل نہیں ہو سکتا۔ جس میں ہمت و کوشش کا جذبہ نہیں وہ محبت حاصل نہیں کر سکتا۔ جس میں دین نہیں اس میں حیا باقی نہیں۔ (حضرت حسن بن علیؓ)

اغراض و مقاصد انجمن خدام القرآن، سندھ، کراچی

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد و منبع ایمان اور سر چشمہ یقین قرآنِ حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہو جائے اور اس طرح اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور غلبہ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہو سکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

☆ عربی زبان کی تعلیم و ترویج؛

☆ قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق؛

☆ علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت؛

☆ ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیمِ قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیں اور

☆ ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کر سکے۔

☆ ☆ ☆

مرکزی دفتر B-375 علامہ شبیر احمد عثمانی روڈ، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7-021-34993436